(۷۸۶)

حدائق بخشش

از

مجدد دین اعلیٰ حضرت مولٰنا احمد رضا خاں صاحب بریلوی علیہ الرحمۃ

حسب الارشاد

حضرت والا مرتبت الحاج سید محمد معصوم شاہ صاحب جیلانی قادری نوری امرتسری دام ظلہم

ناشر

صاحبزادہ سید محمد حسن جیلانی

ملنے کا پتہ

نوری کتب خانہ بازار داتا صاحب لاہور

قیمت ۔ دو روپے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ذریعۂ قادریہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْعَالَمِیْنَ

وَاٰلِہٖ وَابْنِہٖ وَحِزْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ

وصل اول در نعت اکرم حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

واہ کیا جود و کرم ہے شہِ بطحا تیرا — نہیں، سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

دھارے چلتے ہیں عطا کے وہ ہے قطرہ تیرا — تارے کھلتے ہیں سخا کے وہ ہے ذرّہ تیرا

فیض ہے یا شہِ تسنیم نرالا تیرا — آپ پیاسوں کے تجسس میں ہے دریا تیرا

اغنیا پلتے ہیں در سے وہ ہے باڑہ تیرا — اصفیا چلتے ہیں سر سے وہ ہے رستہ تیرا

فرش والے تری شوکت کا علو کیا جانیں — خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

آسماں خوان، زمیں خوان، زمانہ مہمان — صاحبِ خانہ لقب کس کا ہے تیرا تیرا

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب — یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

تیرے قدموں میں جو ہیں غیر کا منہ کیا دیکھیں — کون نظروں پہ چڑھے دیکھ کے تلوا تیرا

بحرِ سائل کا ہوں سائل نہ کنوئیں کا پیاسا — خود بجھا جائے کلیجہ مرا چھینٹا تیرا

رواں

نظروں میں جچے

چور حاکم سے چھپا کرتے ہیں یاں اسکے خلاف
تیرے دامن میں چھپے چور انوکھا تیرا

آنکھیں ٹھنڈی ہوں جگر تازے ہوں جانیں سیراب
سچے سورج وہ دل آرا ہے اُجالا تیرا

دل عبث خوف سے پتّا سا اڑا جاتا ہے
پلہ ہلکا سہی بھاری ہے بھروسہ تیرا

ایک میں کیا میرے عصیاں کی حقیقت کتنی
مجھ سے سو لاکھ کو کافی ہے اشارہ تیرا

مفت پالا تھا کبھی کام کی عادت نہ پڑی
اب عمل پوچھتے ہیں ہائے نکما تیرا

تیرے ٹکڑوں سے پلے غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال
جھڑکیاں کھائیں کہاں چھوڑ کے صدقہ تیرا

خوار و بیمار خطا وار گنہگار ہوں میں
رافع و نافع و شافع لقب آقا تیرا

میری تقدیر بری ہو تو بھلی کر دے کہ ہے
محو و اثبات کے دفتر پہ کڑوڑا تیرا

تو جو چاہے تو ابھی میل میرے دل کے دھلیں
کہ خدا دل نہیں کرتا کبھی میلا تیرا

کس کا منہ تکیے کہاں جائیے کس سے کہیے
تیرے ہی قدموں پہ مٹ جائے یہ پالا تیرا

تو نے اسلام دیا تو نے جماعت میں لیا
تو کریم اب کوئی پھرتا ہے عطیہ تیرا

موت سنتا ہوں ستم تلخ ہے زہرابہ ناب
کون لا دے مجھے تلووں کا غسالہ تیرا

دور کیا جانیے بدکار پہ کیسی گزری
تیرے ہی در پہ مرے بیکس و تنہا تیرا

تیرے صدقے مجھے اک بوند بہت ہے تیری
جس دن اچھوں کو ملے جام چھلکتا تیرا

حرم و طیبہ و بغداد جدھر کیجیے نگاہ
جوت پڑتی ہے تری نور ہے چھنتا تیرا

تیری سرکار میں لاتا ہے رضا اسکو شفیع
جو مرا غوث ہے اور لاڈلا بیٹا تیرا

فصل دوم در منقبت آقائے اکرم حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا — اونچے اونچوں کے سروں سے قدم اعلیٰ تیرا

سر بھلا کیا کوئی جانے کہ ہے کیسا تیرا — اولیا ملتے ہیں آنکھیں وہ ہے تلوا تیرا

کیا دبے جس پہ حمایت کا ہو پنجہ تیرا — شیر کو خاطر میں لاتا نہیں کتا تیرا

تو حسینی حسنی کیوں نہ محی الدیں ہو — اے خضر مجمع بحرین ہے چشمہ تیرا

قسمیں دے دے کے[1] کھلاتا ہے پلاتا ہے تجھے — پیارا اللہ ترا چاہنے والا تیرا

مصطفیٰ کے تن بے سایہ کا سایہ دیکھا — جس نے دیکھا مری جاں جلوۂ زیبا تیرا

ابن زہرا کو مبارک ہو عروس قدرت — قادری پائیں تصدق مرے دولہا تیرا

کیوں نہ قاسم ہو کہ تو ابن ابی القاسم ہے — کیوں نہ قادر ہو کہ مختار ہے بابا تیرا

نبوی ظل، علوی فصل، بتولی گلشن — حسنی پھول حسینی ہے مہکنا تیرا

نبوی ظل، علوی برج، بتولی منزل — حسنی چاند حسینی ہے اجالا تیرا

نبوی خور، علوی کوہ، بتولی معدن — حسنی لعل حسینی ہے تجلا تیرا

بحر و بر[2]، شہر و قری، سہل و حزن، دشت و چمن — کون سے چک پہ پہنچتا نہیں دعویٰ تیرا

---

[1] سیدنا فرمود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ مرا ے فرمانید یا عبدالقادر بحقی علیک اکل و بحقی علیک اشرب
از بہجۃ ۱۲ منہ

[2] حضرت شیخ عبدالقادر محی الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ در اوائل مر اصحاب را می فرمود کہ اولیائے عراق مرا تسلیم کردہ اند۔ بعد از مدتے فرمود کہ ایں زماں جمیع زمین شرق و غرب و بحر و بر و سہل و جبل مرا تسلیم کردہ اند۔ و ہیچ ولی از اولیا نماند در آن وقت مگر آنکہ بہ شیخ آمد و تسلیم کرد ادرا بہ قطبیت ۱۲ تحفہ قادریہ

حسنِ نیت ہو خطا پھر کبھی کرتا ہی نہیں
آزمایا ہے یگانہ ہے دوگانہ تیرا

عرضِ احوال کی پیاسوں میں کہاں تاب مگر
آنکھیں اے ابرِ کرم تکتی ہیں رستہ تیرا

موت نزدیک گناہوں کی تہیں میل کے خول
آ برس جا کہ نہا دھولے یہ پیاسا تیرا

آب آمد وہ کہے اور میں تیمم برخاست
مشتِ خاک اپنی ہو اور نور کا اہلا تیرا

جان تو جاتے ہی جائے گی قیامت یہ ہے
کہ یہاں مرنے پہ ٹھہرا ہے نظارہ تیرا

تجھ سے در در سے سگ اور سگ سے ہے مجھ کو نسبت
میری گردن میں بھی ہے دور کا ڈورا تیرا

اس نشانی کے جو سگ ہیں نہیں مارے جاتے
حشر تک میرے گلے میں رہے پٹا تیرا

میری قسمت کی قسم کھائیں سگانِ بغداد
ہند میں بھی ہوں تو دیتا رہوں پہرا تیرا

تیری عزت کے نثار اے مرے غیرت والے
آہ صد آہ کہ یوں خوار ہو بردا تیرا

بد سہی، چور سہی، مجرم و ناکارہ سہی
اے وہ کیسا ہی سہی ہے تو کریما تیرا

مجھ کو رسوا بھی اگر کوئی کہے گا تو یوں ہی
کہ وہی ناں وہ رضا بندۂ رسوا تیرا

ہیں رضا یوں نہ بلک تو نہیں جید تو نہ ہو[1]
سید جید ہر دہر ہے مولا تیرا[2]

فخرِ آقا میں رضا اور بھی اک نظمِ رفیع
چل لکھا لائیں ثنا خوانوں میں چہرا تیرا

---

[1] اشارہ بقول او رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان لم یکن مریدی جیدا فانا جید ۔ [2] علیٰ وزان قولہ رضی اللہ عنہ قدمی ھذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ والمعنی اطلاق التفضیل الا من خص بدلیل کما حققنا فی الجبیر المعظم شرح مدحتنا الاکسیر الاعظم ۔

وصل سوم در حسنِ مفاخرت از سرکارِ قادریت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تو ہے وہ غوث کہ ہر غوث ہے شیدا تیرا
تو ہے وہ غیث کہ ہر غیث ہے پیاسا تیرا

سورج اگلوں کے چمکتے تھے چمک کر ڈوبے
افقِ نور پہ ہے مہر ہمیشہ تیرا

مرغ سب بولتے ہیں بول کے چپ رہتے ہیں
ہاں اصیل ایک نوا سنج رہے گا تیرا

جو ولی قبل تھے یا بعد ہوئے یا ہونگے
سب ادب رکھتے ہیں دل میں مرے آقا تیرا

بقسم کہتے ہیں شاہانِ صریفین و حریم
کہ ہوا ہے نہ ولی ہو کوئی ہمتا تیرا

تجھ سے اور دہر کے اقطاب سے نسبت کیسی
قطب خود کون ہے خادم ترا چیلا تیرا

سارے اقطاب جہاں کرتے ہیں کعبہ کا طواف
کعبہ کرتا ہے طواف درِ والا تیرا

اور پروانے ہیں جو ہوتے ہیں کعبہ پہ نثار
شمع اک تو ہے کہ پروانہ ہے کعبہ تیرا

شجرِ سرو سہی کس کے اوگائے تیرے
معرفت پھول سہی کس کا کھلایا تیرا

---

۱ ترجمہ آنچہ فرمود رضی اللہ تعالیٰ عنہ شعر أغربت شموس الاولین وشمسنا ابداً علیٰ افق العلیٰ لاتغرب ۱۲

۲ آنچہ سیدی تاج العارفین ابوالوفا قدس سرہ سیدنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ گفت کل دیک یصیح ویسکت الا دیکک فانہ یصیح الی یوم القیامۃ۔ ہر خروس بانگ کند و خاموش شود جز خروس شما کہ تا قیامت در بانگ است۔ ۱۲

۳ ترجمہ ارشاد حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام ما اتخذ اللہ ولیا کان او یکون الا وھو متأدب معہ الی یوم القیامۃ ۱۲

۴ یعنی حضرت ابوبکر و عثمان صریفینی و ابومحمد عبد الحق حریمی کہ ہر دو از اولیائے معاصرین حضور سیدنا بودہ اند۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

۵ بدآں بے خرد آنکہ ہمہ اقطاب را با سیدنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ متساوی المرتبہ داند وایں دو شعر ترجمہ آں اشعار است کہ آں حضور سیدنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نقل می کنند۔ کما ذکرنا فی المجیر الاعظم واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۱۲

تیرے نوشاہ براتی ہے یہ سارا گلزار
لائی ہے فصلِ سمن گوندھ کے سہرا تیرا

ڈالیاں جھومتی ہیں رقصِ خوشی جوش پہ ہے
بلبلیں جھومتی ہیں گاتی ہیں سہرا تیرا

گیت کلیوں کی چٹک غزلیں ہزاروں کی چہک
باغ کے سازوں میں بجتا ہے ترانا تیرا

صفِ ہر شجرہ میں ہوتی ہے سلامی تیری
شاخیں جھک جھک کے بجا لاتی ہیں مجرا تیرا

کس گلستاں کو نہیں فصلِ بہاری سے نیاز
کون سے سلسلہ میں فیض نہ آیا تیرا

نہیں کس چاند کی منزل میں ترا جلوۂ نور
نہیں کس آئینہ کے گھر میں اجالا تیرا

راج کس شہر میں کرتے نہیں تیرے خدام
باج کس نہر سے لیتا نہیں دریا تیرا

مزرعِ چشت و بخارا[۱] و عراق[۲] و اجمیر
کون سی کشت پہ برسا نہیں جھالا تیرا

اور محبوب[۳] ہیں، ہاں پر، سبھی یکساں تو نہیں
یوں تو محبوب ہے ہر چاہنے والا تیرا

اس کو سو فرد سراپا بفراغت اوڑھیں
تنگ ہو کر جو اترنے کو ہو نیما تیرا

گردنیں جھک گئیں سر بچھ گئے دل لوٹ گئے
کشفِ ساق[۴] آج کہاں یہ تو قدم تھا تیرا

---

۱ حضرت خواجہ بہاؤ الحق والدین نقشبند قدس سرہ العزیز بخاری است ۱۲ ۔ ۲ حضرت شیخ الشیوخ سہروردی قدس سرہ از اولیائے عراق است۔ سیدنا اورا فرمودند آخر المشہورین بالعراق منہ ۳ روحا بلا شبکہ ہمہ محبوبان را ہمسر حضرت سیدنا غوثنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۲ ۔ ۴ یقول کانہم لکمال الدہش نسیت اقدامہم الی قولہ تعالیٰ یوم یکشف عن ساق انہم یکیف الا جلوۃ العبد لا یتجلی المعبود کما تسجد اہل الجنۃ حین یحدث نور ردائہ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ لتحولہ من بیت الی بیت زہاء انہم انہ قد تجلی ربہم تبارک وتعالیٰ کما ورد فی الحدیث۔

تاجِ فرقِ عرفا کس کے قدم کو کہیے — سر جسے باج دیں وہ پاؤں ہے کس کا تیرا
سکر کے جوش میں جو ہیں وہ تجھے کیا جانیں — خضر کے ہوش سے پوچھے کوئی رتبہ تیرا
آدمی اپنے ہی احوال پہ کرتا ہے قیاس — نشے والوں نے بھلا سکر نکالا تیرا
وہ تو چھوٹا ہی کہا چاہیں کہ ہیں زیرِ حضیض — اوج پر اوج سے اونچا ہے ستارا تیرا

دلِ اعدا کو رضاؔ تیز نمک کی دھن ہے
اک ذرا اور چھڑکتا رہے خامہ تیرا

وصل چہارم در مناقحتِ اعدا و استعانت از آقا رضی اللہ تعالیٰ عنہ

الاماں قہر ہے اے غوث وہ تیکھا تیرا — مر کے بھی چین سے سوتا نہیں مارا تیرا
بادلوں سے کہیں رکتی ہے کڑکتی بجلی — ڈھالیں چھنٹ جاتی ہیں اٹھتا ہے جو تیغا تیرا
عکس کا دیکھ کے منہ اور بپھر جاتا ہے — چار آئینہ کے بل کا نہیں نیزا تیرا
کوہ سر مکھ ہو تو اک وار میں دو پرکالے — ہاتھ پڑتا ہی نہیں بھول کے اوچھا تیرا
اس پہ یہ قہر کہ اب چند مخالف تیرے — چاہتے ہیں کہ گھٹا دیں کہیں پایہ تیرا
عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے — یہ گھٹائیں اسے منظور بڑھانا تیرا
وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ کا ہے سایہ تجھ پر — بول بالا ہے ترا ذکر ہے اونچا تیرا
مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعدا تیرے — نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا
نہ گھٹائے سے کسی کے نہ گھٹا ہے نہ گھٹے — جب بڑھائے تجھے اللہ تعالیٰ تیرا

سمِ قاتل ہے خدا کی قسم ان کا انکار
منکرِ فضلِ حضور آہ یہ لکھا تیرا

میرے سیاف کے خنجر سے تجھے باک نہیں
چیر کر دیکھے کوئی آہ کلیجا تیرا

ابن زہرا سے ترے دل میں ہیں یہ زہر بھرے
بل بے او منکرِ بے باک یہ زہرا تیرا

باز اشہب کی غلامی سے یہ آنکھیں پھرنی
دیکھ اڑ جائے گا ایمان کا طوطا تیرا

شاخ پر بیٹھ کے جڑ کاٹنے کی فکر میں ہے
کہیں نیچا نہ دکھائے تجھے شجرا تیرا

حق سے بد ہو کے زمانہ کا بھلا بنتا ہے
ارے میں خوب سمجھتا ہوں معما تیرا

سگِ در قہر سے دیکھے تو بکھرتا ہے ابھی
بند بندِ بدن اے روبہِ دنیا تیرا

غرض آقا سے کروں عرض کہ تیری ہے پناہ
بندہ مجبور ہے خاطر پہ ہے قبضہ تیرا

حکم نافذ ہے ترا، خامہ ترا، سیف تری
دم میں جو چاہے کرے دور ہے شاہا تیرا

جس کو للکار دے آتا ہو تو الٹا پھر جائے
جس کو چمکار لے ہر پھر کے وہ تیرا تیرا

کنجیاں دل کی خدا نے تجھے دیں ایسی کر
کہ یہ سینہ ہو محبت کا خزینہ تیرا

دل پہ کندہ ہو ترا نام کہ وہ دزدِ رجیم
الٹے ہی پاؤں پھرے دیکھ کے طغرا تیرا

نزع میں گور میں میزان پہ سرِ پل پہ کہیں
نہ چھٹے ہاتھ سے دامانِ معلیٰ تیرا

دھوپ محشر کی وہ جاں سوز قیامت ہے مگر
مطمئن ہوں کہ مرے سر پہ ہے پلا تیرا

لہ قال مولانا وسیدنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ تکلم بکلم ہی سم قاتل لا دیانکم وسبب اللہ ہب منیا لکم وا خرا لکم ۱۲

لہ قال سیدنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ انا سیاف انا قاتل انا سالب الاحوال ۱۲ سکہ اشارہ بقصہ صحابی ۱۲

سکہ ثبوت روشن ایں معنی در رسالہ مصنف نقہ شہنشاہ وان القلوب بید المحبوب العطاء اللہ

مطبوعہ مطبع اہل سنت وجماعت بریلی ۱۲

بہجت اس سر کی ہے جو بہجۃ الاسرار میں ہے ۔ کہ فلک وار[1] مریدوں پہ ہے سایہ تیرا

اے رضا چیست غم ار جملہ جہاں دشمن تست
کردہ ام مامن خود قبلۂ حاجاتے را

ہم خاک ہیں اور خاک ہی ماوا ہے ہمارا ۔ خاکی تو وہ آدم جد اعلیٰ ہے ہمارا

اللہ ہمیں خاک کرے اپنی طلب میں ۔ یہ خاک تو سرکار سے تمغا ہے ہمارا

جس خاک پہ رکھتے تھے قدم سید عالم ۔ اس خاک پہ قرباں دل شیدا ہے ہمارا

خم ہو گئی پشت فلک اس طعن زمیں سے ۔ سن ہم پہ مدینہ ہے وہ رتبہ ہے ہمارا

اس نے لقب خاک شہنشاہ سے پایا ۔ جو حیدر کرار کہ مولیٰ ہے ہمارا

اے مدعیو خاک کو تم خاک نہ سمجھے ۔ اس خاک میں مدفوں شہ بطحا ہے ہمارا

ہے خاک سے تعمیر مزار شہ کونین ۔ معمور اسی خاک سے قبلہ ہے ہمارا

ہم خاک اڑائیں گے جو وہ خاک نہ پائی
آباد رضا جس پہ مدینہ ہے ہمارا

غم ہو گئے بے شمار آقا ۔ بندہ تیرے نثار آقا

بگڑا جاتا ہے کھیل میرا ۔ آقا آقا سنوار آقا

منجدھار پہ آ کے ناؤ ٹوٹی ۔ دے ہاتھ کہ ہوں میں پار آقا

---

[1] ان یدی علی مریدی کالسماء علی الارض قال سیدنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۲ [2] ورد مشہور کہ بعض علمائے کرام را نسبت بہ پیر خود گفتہ بود چہ نسبت خاک را با عالم پاک ۱۲

ٹوٹی جاتی ہے پیٹھ میری — للہ یہ بوجھ اتار آقا
ہلکا ہے اگر ہمارا پلہ — بھاری ہے ترا وقار آقا
مجبور ہیں ہم تو فکر کیا ہے — تم کو تو ہے اختیار آقا
میں دور ہوں تم تو ہو مرے پاس — سن لو میری پکار آقا
مجھ سا کوئی غمزدہ نہ ہوگا — تم سا نہیں غمگسار آقا
گرداب میں پڑ گئی ہے کشتی — ڈوبا، ڈوبا، اتار آقا
تم وہ کہ کرم کو ناز تم سے — میں وہ کہ بدی کو عار آقا
پھر منہ نہ پڑے کبھی خزاں کا — دے دے ایسی بہار آقا
جس کی مرضی خدا نہ ٹالے — میرا ہے وہ نامدار آقا
ہے ملکِ خدا پہ جس کا قبضہ — میرا ہے وہ کامگار آقا
سویا کئے نابکار بندے — رویا کئے زار زار آقا
کیا بھول ہے ان کے ہوتے کہلائیں — دنیا کے یہ تاجدار آقا
ان کے ادنیٰ گدا پہ مٹ جائیں — ایسے ایسے ہزار آقا
بے ابر کرم کے میرے دھبے — لَا تَغْسِلُهَا الْبِحَارُ آقا
اتنی رحمت رضا پہ کر لو — لَا يَقْرَبُهُ الْبَوَارُ آقا

ع۱ ترجمہ: انہیں سمندر نہ دھوئیں۔ ع۲ ترجمہ: ہلاک اس کے پاس نہ آئے ۱۲۔

محمد مظہر کامل ہے حق کی شان عزت کا
نظر آتا ہے اس کثرت میں کچھ انداز وحدت کا

یہی ہے اصل عالم مادہ ایجاد خلقت کا
یہاں وحدت میں برپا ہے عجب ہنگامہ کثرت کا

گدا بھی منتظر ہے خلد میں نیکوں کی دعوت کا
خدا دن خیر سے لائے سخی کے گھر ضیافت کا

گنہ مغفور، دل روشن، خنک آنکھیں، جگر ٹھنڈا
تعالی اللہ ماہ طیبہ عالم تیری طلعت کا

نہ رکھی گل کے جوش حسن نے گلشن میں جا باقی
چٹکتا پھر کہاں غنچہ کوئی باغ رسالت کا

بڑھا یہ سلسلہ رحمت کا دور زلف والا میں
تسلسل کالے کوسوں رہ گیا عصیاں کی ظلمت کا

صف ماتم اٹھے خالی ہو زنداں ٹوٹیں زنجیریں
گنہگارو چلو مولی نے در کھولا ہے جنت کا

سکھایا ہے یہ کس گستاخ نے آئینہ کو یارب
نظارہ روئے جاناں کا بہانہ کر کے حیرت کا

ادھر امت کی حسرت پر ادھر خالق کی رحمت پر
نرالا طور ہوگا گردش چشم شفاعت کا

بڑھیں اس درجہ موجیں کثرت افضال والا کی
کنارہ مل گیا اس نہر سے دریائے وحدت کا

خم زلف نبی ساجد ہے محراب دو ابرو میں
کہ یارب تو ہی والی ہے سیہ کاران امت کا

مدد اے جوشش گریہ بہا دے کوہ اور صحرا
نظر آجائے جلوہ بے حجاب اس پاک تربت کا

ہوئے کمخوابی ہجراں میں ساتوں پردے کمخوابی
تصور خوب باندھا آنکھوں نے استار تربت کا

یقیں ہے وقت جلوہ لغزشیں پائے نگہ پائے
ملے جوش صفائے جسم سے پابوس حضرت کا

یہاں چھڑکا نمک واں مرہم کافور ہاتھ آیا
دل زخمی نمک پروردہ ہے کس کی ملاحت کا

الہی منتظر ہوں وہ خرام ناز فرمائیں
بچھا رکھا ہے فرش آنکھوں نے کمخواب بصارت کا

نہ ہو آقا کو سجدہ آدم و یوسف کو سجدہ ہو
مگر سد ذرائع داب ہے اپنی شریعت کا

زبانِ خار کس کس درد سے ان کو سناتی ہے / تڑپنا دشتِ طیبہ میں جگر افگار فرقت کا

سرہانے ان کے بسمل کے یہ بیتابی کا ماتم ہے / شہِ کوثر ترحم تشنہ جاتا ہے زیارت کا

جنہیں مرقد میں تا حشر امتی کہہ کر پکاریں گے / ہمیں بھی یاد کر لو ان میں صدقہ اپنی رحمت کا

وہ چمکیں بجلیاں یا رب تجلی ہائے جاناں سے / کہ چشمِ طور کا سرمہ ہو دلِ مشتاق رؤیت کا

رضائے خستہ جوشِ بحرِ عصیاں سے نہ گھبرانا
کبھی تو ہاتھ آجائے گا دامن انکی رحمت کا!

لطف ان کا عام ہو ہی جائے گا / شاد ہر ناکام ہو ہی جائے گا

جان دے دو وعدۂ دیدار پر / نقد اپنا دام ہو ہی جائے گا

شاد ہے فردوس یعنی ایک دن / قسمتِ خدام ہو ہی جائے گا!

یاد رہ جائیں گی یہ بے باکیاں / نفس تو تو رام ہو ہی جائے گا

بے نشانوں کا نشاں مٹتا نہیں / مٹتے مٹتے نام ہو ہی جائے گا

یادِ گیسو ذکرِ حق ہے آہ کر / دل میں پیدا لام[۱] ہو ہی جائے گا

ایک دن آواز بدلیں گے یہ ساز / چہچہا کہرام ہو ہی جائے گا

سائلو دامن سخی کا تھام لو / کچھ نہ کچھ انعام ہو ہی جائے گا

یادِ ابرو کر کے تڑپو بلبلو / ٹکڑے ٹکڑے دام ہو ہی جائے گا

مفلسو ان کی گلی میں جا پڑو / باغِ خلد اکرام ہو ہی جائے گا

---

[۱] گیسو و دہن میں اور ان کی تشبیہ لام اور لفظ آہ کے دل میں دو لام پیدا ہونے سے کلمہ اللّٰہ حاصل ہوتا ہے

گمرہ یوں ہی رحمت کی تاویلیں رہیں ۔۔۔ مدح پر الزام ہو ہی جائے گا!
بادہ خواری کا سماں بندھنے تو دو ۔۔۔ شیخ درد آشام ہو ہی جائے گا
غم تو ان کو بھول کر لپٹا ہے یوں ۔۔۔ جیسے اپنا کام ہو ہی جائے گا
مٹ کے گمرہ یوں ہی رہا قرضِ حیات ۔۔۔ جان کا نیلام ہو ہی جائے گا
عاقلوں کی نظر سیدھی رہے ۔۔۔ بوردوں کا بھی رام ہو ہی جائے گا
اب تو لائی ہے شفاعت عفو پہ ۔۔۔ بڑھتے بڑھتے عام ہو ہی جائے گا

اے رضا ہر کام کا ایک وقت ہے
دل کو بھی آرام ہو ہی جائے گا

لَمۡ یَاتِ نَظِیۡرُکَ فِیۡ نَظَرٍ مثلِ تو نہ شد پیدا جانا [۱]
جگ راج کو تاج تورے سر سو ہے تجھ کو شہِ دوسرا جانا

اَلۡبَحۡرُ عَلَا وَالۡمَوۡجُ طَغٰی من بے کس و طوفان ہوش ربا [۲]
منجدھار میں ہوں بگڑی ہے ہوا موری نیّا پار لگا جانا

یَا شَمۡسُ نَظَرۡتِ اِلٰی لَیۡلِیۡ چو بطیبہ رسی عرضے بکنی! [۳]
توری جوت کی جھلجھل جگ میں رچی مری شب نے نہ دن ہونا جانا

---

[۱] حضور کا نظیر کسی کو نظر نہ آیا [۲] ترجمہ۔ سمندر اونچا ہوا اور موجیں طغیانی پر ہیں۔ ۱۲

[۳] ترجمہ۔ اے آفتاب تو نے میری رات دیکھی۔ اس میں اشارہ ہے کہ میری رات آفتاب کے سامنے بھی رات ہی رہی۔ ۱۲

لَکَ بَدْرٌ فِی الْوَجْہِ الْاَجْمَلِ[1] خط ہالۂ مہ زلف ابر اجل

تورے چندن چندر پروکنڈل رحمت کی بھرن برسا جانا

اَنَا فِی عَطَشٍ وَّ سَخَاکَ اَتَمُّ[2] اے گیسوئے پاک اے ابر کرم

برسن ہارے رم جھم رم جھم، دو بوند ادھر بھی گرا جانا

یَا قَافِلَتِیْ زِیْدِیْ اَجَلَکْ[3] برحسرتِ تشنہ لبک

مورا جیرا لرجے درک درک طیبہ سے ابھی نہ سنا جانا

وَاھًا لِسُوَیْعَاتٍ ذَھَبَتْ[4] آں عہد حضور بارگہت

جب یاد آوت موہے کر نہ پرت دروا وہ مدینہ کا جانا

اَلْقَلْبُ شَجٍ وَّ الْھَمُّ شُجُوْنٌ[5] دل زار چناں جاں زیر چنوں

پت اپنی بپت میں کا سے کہوں مرا کون ہے تیرے سوا جانا

اَلرُّوْحُ فِدَاکَ فَزِدْ حَرْقًا[6] یک شعلہ دگر برزن عشقا

مورا تن من دھن سب پھونک دیا یہ جان بھی پیارے جلا جانا

بس خامۂ خام نوائے رضا نہ یہ طرز مری نہ یہ رنگ مرا

ارشادِ احبّا ناطق تھا، ناچار اس راہ پڑا جانا

---

[1] ترجمہ: حضورؐ کے لئے سب سے خوبصورت چہرہ میں ایک چودھویں رات کا چاند ہے۔

[2] ترجمہ: میں پیاسا ہوں اور تیری سخاوت سب سے زیادہ کامل و تام ہے۔

[3] ترجمہ: اے میرے قافلے اپنے قیام کی مدت زیادہ کر۔ [4] آہ افسوس وہ چند قلیل گھڑیاں کہ گذر گئیں

[5] ترجمہ: دل زخمی ہے اور پریشانیاں رنگ رنگ کی ہیں ہو۔ [6] ترجمہ جان تیرے قربان اپنی سوزش زیادہ کر۔ ۱۲

نہ آسماں کو یوں سرکشیدہ ہونا تھا
حضورِ خاکِ مدینہ خمیدہ ہونا تھا

اگر گلوں کو خزاں نارسیدہ ہونا تھا
کنارِ خارِ مدینہ دمیدہ ہونا تھا

حضور ان کے خلافِ ادب تھی بیتابی
مری امید تجھے آرمیدہ ہونا تھا

نظارہ خاکِ مدینہ کا اور تیری آنکھ
نہ اس قدر بھی قمر شوخ دیدہ ہونا تھا

کنارِ خاکِ مدینہ میں راحتیں ملتیں
دلِ حزیں تجھے اشکِ چکیدہ ہونا تھا

پناہِ دامنِ دشتِ حرم میں چین آتا
نہ صبرِ دل کو غزالِ رمیدہ ہونا تھا

یہ کیسے کھلتا کہ ان کے سوا شفیع نہیں
عبث نہ اوروں کے آگے تپیدہ ہونا تھا

ہلال کیسے نہ بنتا کہ ماہِ کامل کو
سلام ابروئے شہ میں خمیدہ ہونا تھا۔

لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ[1] تھا وعدۂ ازلی
نہ منکروں کا عبث بدعقیدہ ہونا تھا

نسیم کیوں نہ شمیم ان کی طیبہ سے لاتی
کہ صبحِ گل کو گریباں دریدہ ہونا تھا

ٹپکتا رنگِ جنوں عشقِ شہ میں ہر گل سے
رگِ بہار کو نشتر رسیدہ ہونا تھا

بجا تھا عرش پہ خاکِ مزارِ پاک کو ناز
کہ تجھ سا عرش نشیں آفریدہ ہونا تھا

گزرتے جان سے اک شورِ یا حبیب کے ساتھ
فغاں کو نالۂ حلقِ بریدہ ہونا تھا!

مرے کریم گنہ زہر ہے مگر آخر
کوئی تو شہدِ شفاعت چشیدہ ہونا تھا

جو سنگِ درپہ جبیں سائیوں سے تھا مٹنا
تو میری جان شرارِ جہیدہ ہونا تھا!

تری قبا کے نہ کیوں نیچے نیچے دامن ہوں
کہ خاکساروں سے یاں کب کشیدہ ہونا تھا

---

[1] ترجمہ۔ میں بے شک ضرور جہنم کو بھر دوں گا۔

رضا جو دل کو بنانا تھا جلوہ گاہِ حبیب
تو پیارے قیدِ خودی سے رہیدہ ہونا تھا

شورِ مہِ نو سن کر تجھ تک میں دواں آیا
ساقی میں ترے صدقے مے دے رمضاں آیا

اس گل کے سوا ہر پھول با گوشِ گراں آیا
دیکھے ہی گی اے بلبل جب وقتِ فغاں آیا

جب بامِ تجلی پر وہ نیرِ جاں آیا
سر تھا جو گرا جھک کر دل تھا جو تپاں آیا

جنت کو حرم سمجھا آتے تو یہاں آیا
اب تک کے ہر اک کا منہ کہتا ہوں کہاں آیا

طیبہ کے سوا سب باغ پامالِ فنا ہوں گے
دیکھو گے چمن والو جب عہدِ خزاں آیا

سر اور وہ سنگِ در آنکھ اور وہ بزمِ نور
ظالم کو وطن کا دھیان آیا تو کہاں آیا

کچھ نعت کے طبقے کا عالم ہی نرالا ہے
سکتہ میں پڑی ہے عقل چکر میں گماں آیا

جلتی تھی زمیں کیسی تھی دھوپ کڑی کیسی
تو وہ قدِ بے سایہ اب سایہ کناں آیا

طیبہ سے ہم آتے ہیں کہیے تو جناں والو
کیا دیکھ کے جیتا ہے جو واں سے یہاں آیا

لے طوقِ الم سے اب آزاد ہو اے قمری
چٹھی لیے بخشش کی وہ سروِ رواں آیا

نامے سے رضا کے اب مٹ جاؤ برے کامو
دیکھو مرے پلہ پر وہ اچھے میاں آیا

بدکار رضا خوش ہو بدکام بھلے ہوں گے
وہ اچھے میاں پیارا اچھوں کا میاں آیا

معروضہ سنہ ۱۲۹۶ھ بعد واپسی زیارتِ مطہرہ بار اول

خراب حال کیا دل کو پر ملال کیا
تمہارے کوچے سے رخصت نے کیا نہال کیا

نہ روئے گل ابھی دیکھا نہ بوئے گل سونگھی
قضا نے لاکے قفس میں شکستہ بال کیا

وہ دل کہ خوں شدہ ارماں تھے جس میں مل ڈالا
فغاں کہ گورِ شہیداں کو پائمال کیا

یہ رائے کیا تھی وہاں سے پلٹنے کی اے نفس
ستمگر الٹی چھری سے ہمیں حلال کیا

یہ کب کی مجھ سے عداوت تھی تجھ کو اے ظالم
چھڑا کے سنگِ درِ پاک سر وبال کیا

چمن سے پھینک دیا آشیانۂ بلبل
اجاڑا خانۂ بے کس بڑا کمال کیا

ترا ستم زدہ آنکھوں نے کیا بگاڑا تھا
یہ کیا سمائی کہ دور ان سے وہ جمال کیا

حضور ان کے خیالِ وطن مٹانا تھا
ہم آپ مٹ گئے اچھا فراغ بال کیا

نہ گھر کا رکھا نہ اس در کا ہائے ناکامی
ہماری بے بسی پر بھی نہ کچھ خیال کیا

جو دل نے مر کے جلایا تھا منتوں کا چراغ
ستم کہ عرض رہِ صرصرِ زوال کیا

مدینہ چھوڑ کے ویرانہ ہند کا چھایا
یہ کیسا ہائے حواسوں نے اختلال کیا

تو جس کے واسطے چھوڑ آیا طیبہ سا محبوب
بتا تو اس ستم آرا نے کیا نہال کیا

ابھی ابھی تو چمن میں تھے چہچہے ناگاہ
یہ درد کیسا اٹھا جس نے جی نڈھال کیا

الٰہی سن لے رضاؔ جیتے جی کہ مولیٰ نے
سگانِ کوچہ میں چہرہ مرا بحال کیا

بندہ ملنے کو قریبِ حضرتِ قادر گیا
لمعۂ باطن میں گمنے جلوۂ ظاہر گیا

تیری مرضی پا گیا سورج پھرا الٹے قدم
تیری انگلی اٹھ گئی مہ کا کلیجہ چر گیا

بڑھ چلی تیری ضیا اندھیرا عالم سے گھٹا
کھل گیا گیسو ترا رحمت کا بادل گھر گیا

بندھ گئی تیری ہوا ساوہ میں خاک اُڑنے لگی ‏ — ‏ بڑھ چلی تیری ضیا آتش پہ پانی پھر گیا

تیری رحمت سے صفی اللہ کا بیڑا پار تھا ‏ — ‏ تیرے صدقہ سے نجی اللہ کا بجرا تر گیا

تیری آمد تھی کہ بیت اللہ مجرے کو جھکا ‏ — ‏ تیری ہیبت تھی کہ ہر بت تھرتھرا کر گر گیا

مومن ان کا کیا ہوا اللہ اس کا ہو گیا ‏ — ‏ کافر ان سے کیا پھرا اللہ ہی سے پھر گیا

وہ کہ اس کا در ہوا خلقِ خدا اس کی ہوئی ‏ — ‏ وہ کہ اس در سے پھرا اللہ اس سے پھر گیا

مجھ کو دیوانہ بتاتے ہو میں وہ ہشیار ہوں ‏ — ‏ پاؤں جب طوفِ حرم میں تھک گئے سر پھر گیا

رحمۃ للعالمین آفت میں ہوں کیسی کروں ‏ — ‏ میرے مولا میں تو اس دل سے بلا میں گھر گیا

میں ترے ہاتھوں کے صدقے کیسی کنکریاں تھیں وہ ‏ — ‏ جن سے اتنے کافروں کا دفعتاً منہ پھر گیا

کیوں جناب بوہریرہ تھا وہ کیسا جامِ شیر ‏ — ‏ جس سے ستر صاحبوں کا دودھ سے منہ پھر گیا

واسطہ پیارے کا ایسا ہو کہ جو سنی مرے ‏ — ‏ یوں نہ فرمائیں ترے شاہد کہ وہ فاجر گیا

عرش پہ دھومیں مچیں وہ مومنِ صالح ملا ‏ — ‏ فرش سے ماتم اٹھے وہ طیب و طاہر گیا

اللہ اللہ یہ علوِ خاص عبدیت رضاؔ ‏ — ‏ بندہ ملنے کو قریبِ حضرتِ قادر گیا

ٹھوکریں کھاتے پھروگے ان کے در پہ پڑ رہو

قافلہ تو اے رضاؔ اول گیا آخر گیا

نعمتیں بانٹتا جس سمت وہ ذیشان گیا ‏ — ‏ ساتھ ہی منشیِ رحمت کا قلمدان گیا

لے خبر جلد کہ غیروں کی طرف دھیان گیا ‏ — ‏ میرے مولا مرے آقا ترے قربان گیا

آہ وہ آنکھ کہ ناکامِ تمنا ہی رہی ‏ — ‏ ہائے وہ دل جو ترے در سے پُر ارمان گیا

دل ہے وہ دل جو تری یاد سے معمور رہا سر ہے وہ سر جو ترے قدموں پہ قربان گیا

انہیں مانا انہیں جانا نہ رکھا غیر سے کام للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

اور تم پر مرے آقا کی عنایت نہ سہی نجدیو کلمہ پڑھانے کا بھی احسان گیا

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

اُف رے منکر یہ بڑھا جوشِ تعصب آخر بھیڑ میں ہاتھ سے کم بخت ایمان گیا

جان و دل ہوش و خرد سب تو مدینے پہنچے
تم نہیں چلتے رضاؔ سارا تو سامان گیا

تابِ مرآتِ سحر گردِ بیابانِ عرب غازۂ روئے قمر دودِ چراغانِ عرب

اللہ اللہ بہارِ چمنستانِ عرب پاک ہیں لوثِ خزاں سے گل و ریحانِ عرب

جوششِ ابر سے خونِ گلِ فردوس گرے چھیڑ دے رگ کو اگر خارِ بیابانِ عرب

تشنۂ نہرِ جناں ہر عربی و عجمی لبِ ہر نہرِ جناں تشنۂ نیسانِ عرب

طوقِ غم آپ ہوائے پرِ قمری سے گرے اگر آزاد کرے سروِ خرامانِ عرب

مہر میزاں میں چھپا ہو تو حمل میں چمکے ڈالے اک بوند شبِ دَے میں جو بارانِ عرب

عرش سے مژدۂ بلقیسِ شفاعت لایا طائرِ سدرہ نشیں مرغِ سلیمانِ عرب

حسنِ یوسف[ف] پہ کٹیں مصر میں انگشتِ زناں سر کٹاتے ہیں ترے نام پہ مردانِ عرب

ف اس شعر کے دونوں مصرعوں میں ایک ایک لفظ ایسے تقابل سے ہے کہ مفید تفضیل حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم ہے (۱) وہاں حسن یہاں نام (۲) وہاں کٹنا کہ عدم قصد پہ دال ہے یہاں کٹانا کہ قصد و ارادہ بتاتا ہے (۳) وہاں مصر یہاں عرب کہ زمانہ جاہلیت میں اس کی سرکشی و خودسری مشہور تھی (۴) وہاں انگشت یہاں سر (۵) وہاں زناں یہاں مرداں (۶) وہاں انگلیاں کٹ گئیں کہ ایک بار وقوع بتاتا ہے اور یہاں کٹاتے ہیں کہ استمرار پہ دلیل ہے ۱۲ منہ غفرلہ

کوچہ کوچہ میں مہکتی ہے یہاں بوئے قمیص
یوسفستاں ہے ہر اک گوشۂ کنعانِ عرب

بزمِ قدسی میں ہے یادِ لبِ جاں بخشِ حضور
عالمِ نور میں ہے چشمۂ حیوانِ عرب

پائے جبریل نے سرکار سے کیا کیا القاب
خسرو خیلِ ملک خادمِ سلطانِ عرب

بلبل و نیلپر و کبک بنو، پروانو!
مہ و خورشید پہ ہنستے ہیں چراغانِ عرب

حور سے کیا کہیں موسیٰ سے مگر عرض کریں
کہ ہے خود حسنِ ازل طالبِ جانانِ عرب

کرمِ نعت کے نزدیک تو کچھ دور نہیں
کہ رضائے عجمی ہو سگِ حسانِ عرب

پھر اٹھا ولولۂ یادِ مغیلانِ عرب
پھر کھنچا دامنِ دل سوئے بیابانِ عرب

باغِ فردوس کو جاتے ہیں ہزارانِ عرب
ہائے صحرائے عرب ہائے بیابانِ عرب

میٹھی باتیں تری دینِ عجم ایمانِ عرب
نمکیں حسن ترا جانِ عجم شانِ عرب

اب تو ہے گریۂ خوں گوہرِ دامانِ عرب
جس میں دو لعل تھے زہرا کے وہ تھی کانِ عرب

دل وہی دل ہے جو آنکھوں سے ہو حیرانِ عرب
آنکھیں وہ آنکھیں ہیں جو دل سے ہوں قربانِ عرب

ہائے کس وقت لگی پھانس الم کی دل میں
کہ بہت دور رہے خارِ مغیلانِ عرب

فصلِ گل لاکھ نہ ہو وصل کی رکھ آس ہزار
پھولتے پھلتے ہیں بے فصل گلستانِ عرب

صدقے ہونے کو چلے آتے ہیں لاکھوں گلزار
کچھ عجب رنگ سے پھولا ہے گلستانِ عرب

عندلیبی پہ جھگڑتے ہیں کٹے مرتے ہیں
گل و بلبل کو لڑاتا ہے گلستانِ عرب

صدقے رحمت کے کہاں پھول کہاں خار کا کام
خود ہے دامن کشِ بلبل گلِ خندانِ عرب

شادیٔ حشر ہے صدقے میں چھٹیں گے قیدی
عرش پہ دھوم سے ہے دعوتِ مہمانِ عرب

چہرے چمکتے ہیں بطلاقت ہوئے چھوٹ پاس
کیوں نہ منہ دیکھنے پاتے جو بیابانِ عرب

تیرے بے دام کے بندے ہیں رئیسانِ عجم
قیمت — غلام
تیرے بے دام کے بندے ہیں ہزارانِ عرب
قیدی — جال

ہشت خلد آئیں وہاں کسبِ لطافت کو رضا
چار دن برسے جہاں ابرِ بہارانِ عرب

تو بوں ہے بہارِ چمن آرائی دوست
خلد کا نام نہ لے بلبل شیدائی دوست

تھک کے بیٹھے تو درِ دل پہ تمنائی دوست
کون سے گھر کا اجالا نہیں زیبائی دوست

عرصۂ حشر کہاں موقفِ محمود کہاں
سازِ ہنگاموں سے رکھتی نہیں یکتائی دوست

مہر کس منہ سے جلوداریٔ جاناں کرتا
سایہ کے نام سے بیزار ہے یکتائی دوست

مرنے والوں کو یہاں ملتی ہے عمرِ جاوید
زندہ چھوڑے گی کسی کو نہ مسیحائی دوست

ان کو یکتا کیا اور خلق بنائی یعنی
انجمن کر کے تماشا کریں تنہائی دوست

کعبہ و عرش میں کہرام ہے ناکامی کا
آہ کس بزم میں ہے جلوۂ یکتائی دوست

حسنِ بے پردہ کے پردے نے مٹا رکھا ہے
ڈھونڈنے جائیں کہاں جلوۂ ہرجائی دوست

شوق روکے نہ رکے پاؤں اٹھائے نہ اٹھے
کیسی مشکل میں ہیں اللہ تمنائی دوست

شرم سے جھکتی ہے محراب کہ ساجد ہیں حضور
سجدہ کرواتی ہے کعبے سے جبیں سائی دوست

تاج والوں کا یہاں خاک پہ ماتھا دیکھا
سارے داراؤں کی دارا ہوئی دارائی دوست

طور پہ کوئی چرخ پہ یہ عرش سے پار
سارے بالاؤں پہ بالا رہی بالائی دوست

اَنْتَ فِیْہِمْ[1] نے عدو کو بھی لیا دامن میں　　عیشِ جاوید مبارک تجھے شیدائی دوست

رنج اعدا کا رضاؔ چارہ ہی کیا ہے جب انہیں
آپ گستاخ رکھے حلم و شکیبائی دوست

طوبیٰ میں جو سب سے اونچی نازک سیدھی نکلی شاخ
مانگوں نعتِ نبی لکھنے کو روحِ قدس سے ایسی شاخ

مولیٰ گلبن رحمت زہراؓ سبطین اس کی کلیاں پھول
صدیقؓ و فاروقؓ و عثمانؓ و حیدرؓ ہر اک اس کی شاخ

شاخِ قامت شہ میں زلف و چشم و رخسار و لب ہیں
سنبل نرگس گل پنکھڑیاں قدرت کی کیا پھولی شاخ

اپنے ان باغوں کے صدقہ وہ رحمت کا پانی دے
جس سے نخلِ دل ہو پیدا پیارے تیرے ولا کی شاخ

یادِ رخ میں آہیں کرکے بن میں میں رویا آئی بہار
جھومیں نسیمیں نیساں برسا کلیاں چٹکیں مہکی شاخ

ظاہر و باطن اول و آخر زیبِ فروغ و زینِ اصول
باغِ رسالت میں ہے تو ہی گل غنچہ جڑ پتی شاخ

---

[1] قال اللّٰہ تعالےٰ وما کان اللّٰہ لیعذبھم وانت فیھم (ترجمہ) اللہ ان کا فروں پر بھی عذاب نہ کرے گا جب تک اے رحمتِ عالم تم ان میں تشریف فرما ہو ۱۲ منہ غفرلہٗ۔

آلِ احمد خذ بیدی یا سیّد حمزہ کن مددی

وقتِ خزاں عمرِ رضا ہو برگِ ہدیٰ سے نہ عاری شاخ

زہے عزت و اعتلائے محمد صلے اللہ علیہ وسلم
کہ ہے عرشِ حق زیرِ پائے محمد صلے اللہ علیہ وسلم

مکاں عرش ان کا فلک فرش ان کا
ملک خادمانِ سرائے محمد صلے اللہ علیہ وسلم

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمد صلے اللہ علیہ وسلم

عجب کیا اگر رحم فرمائے ہم پہ
خدائے محمد برائے محمد صلے اللہ علیہ وسلم

محمد برائے جنابِ الٰہی!
جنابِ الٰہی برائے محمد صلے اللہ علیہ وسلم

بسی عطرِ محبوبیٔ کبریا سے
عبائے محمد قبائے محمد صلے اللہ علیہ وسلم

بہم عہد باندھے ہیں وصلِ ابد کا
رضائے خدا و رضائے محمد صلے اللہ علیہ وسلم

دمِ نزع جاری ہو میری زباں پر
محمد محمد خدائے محمد صلے اللہ علیہ وسلم

عصائے کلیم اژدہائے غضب تھا
گِروں کا سہارا عصائے محمد صلے اللہ علیہ وسلم

میں قرباں کیا پیاری پیاری ہے نسبت
یہ اِن خدا وہ خدائے محمد صلے اللہ علیہ وسلم

محمد کا دم خاص بہرِ خدا ہے
سوائے محمد برائے محمد صلے اللہ علیہ وسلم

خدا ان کو کس پیار سے دیکھتا ہے
جو آنکھیں ہیں محوِ لقائے محمد صلے اللہ علیہ وسلم

جلو میں اجابت خواصی میں رحمت
بڑھی کس تزک سے دعائے محمد صلے اللہ علیہ وسلم

اجابت نے جھک کے گلے سے لگایا
بڑھی ناز سے جب دعائے محمد صلے اللہ علیہ وسلم

اجابت کا سہرا عنایت کا جوڑا
دلہن بن کے نکلی دعائے محمد صلے اللہ علیہ وسلم

رضا پل سے اب وجد کرتے گزریے
کہ ہے رَبِّ سَلِّم صدائے محمد صلے اللہ علیہ وسلم

اے شافعِ امم شہِ ذی جاہ لے خبر
للہ لے خبر مری للہ لے خبر

دریا کا جوش ناؤ نہ بیڑا نہ ناخدا
میں ڈوبا تو کہاں ہے مرے شاہ لے خبر

منزل کڑی ہے رات اندھیری میں نابلد
اے خضر لے خبر مری اے ماہ لے خبر

پہنچے پہنچنے والے تو منزل مگر شہا
ان کی جو تھک کے بیٹھے سرِ راہ لے خبر

جنگل درندوں کا ہے میں بے یار شب قریب
گھیرے ہیں چار سمت سے بدخواہ لے خبر

منزل نئی عزیز جدا، لوگ ناشناس
ٹوٹا ہے کوہِ غم میں پرِ کاہ لے خبر

وہ سختیاں سوال کی وہ صورتیں مہیب
اے غمزدوں کے حال سے آگاہ لے خبر

مجرم کو بارگاہِ عدالت میں لائے ہیں
تکتا ہے بے کسی میں تری راہ لے خبر

اہلِ عمل کو ان کے عمل کام آئیں گے
میرا ہے کون تیرے سوا، آہ لے خبر

پُر خار راہ برہنہ پا، تشنہ، آب دور
مولیٰ پڑی ہے آفتِ جاں کاہ لے خبر

باہر زبانیں پیاس سے ہیں آفتاب گرم
کوثر کے شاہ کثرۃ اللہ لے خبر

مانا کہ سخت مجرم و ناکارہ ہے رضا
تیرا ہی تو ہے بندۂ درگاہ لے خبر

در منقبت حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ

بندۂ قادر کا قادر بھی ہے عبد القادر
سرّ باطن بھی ہے ظاہر بھی ہے عبد القادر

مفتیٔ شرع بھی ہے قاضیٔ ملت بھی ہے
علم اسرار سے ماہر بھی ہے عبد القادر

منبع فیض بھی ہے مجمع افضال بھی ہے
مہر عرفاں کا منور بھی ہے عبد القادر

قطب ابدال بھی ہے محور ارشاد بھی ہے
مرکز دائرۂ سر بھی ہے عبد القادر

سلک عرفاں کی ضیا ہے یہی درۂ مختار
فخر اشباہ و نظائر بھی ہے عبد القادر

اس کے فرمان ہیں سب شارح حکم شارع
مظہر ناہی و آمر بھی ہے عبد القادر

ذی تصرف بھی ہے ماذون بھی مختار بھی ہے
کار عالم کا مدبر بھی ہے عبد القادر

رشک بلبل ہے رضا لالۂ صد داغ بھی ہے
آپ کا واصف و ذاکر بھی ہے عبد القادر

گزرے جس راہ سے سید والا ہو کر
رہ گئی ساری زمیں عنبر سارا ہو کر

رخ انور کی تجلی جو قمر نے دیکھی!
رہ گیا بوسہ دہ نقش کف پا ہو کر

وائے محرومیٔ قسمت کہ میں پھر اب کی برس
رہ گیا ہمرہ زوار مدینہ ہو کر

چمن طیبہ ہے وہ باغ کہ مرغ سدرہ
برسوں چہکے ہیں جہاں بلبل شیدا ہو کر

صرصر دشت مدینہ کا مگر آیا خیال
رشک گلشن جو بنا غنچۂ دل وا ہو کر

گوش شہ کہتے ہیں فریاد رسی کو ہم ہیں
وعدۂ چشم ہے بخشائیں گے گویا ہو کر

پائے شہ پر گرے یا رب تپش مہر سے جب
دل بے تاب اڑے حشر میں پارا ہو کر

ہے یہ امید رضا کو تری رحمت سے شہا
نہ ہو زندانیٔ دوزخ ترا بندہ ہو کر

نارِ دوزخ کو چمن کر دے بہارِ عارض / ظلمتِ حشر کو دن کر دے نہارِ عارض

میں تو کیا چیز ہوں خود صاحبِ قرآں کو شہا / لاکھ مصحف سے پسند آئی بہارِ عارض

جیسے قرآن ہے ورد اس گلِ محبوبی کا / یوں ہی قرآں کا وظیفہ ہے وقارِ عارض

گرچہ قرآں ہے نہ قرآن کی برابر لیکن / کچھ تو ہے جس پہ ہے وہ مدح نگارِ عارض

طور کیا عرش جلے دیکھ کے وہ جلوۂ گرم / آپ عارض ہو مگر آئینہ دارِ عارض

طرفہ عالم ہے وہ قرآن ادھر دیکھیں ادھر / مصحفِ پاک ہو حیرانِ بہارِ عارض

ترجمہ ہے یہ صفت کا وہ خود آئینۂ ذات / کیوں نہ مصحف سے زیادہ ہو وقارِ عارض

جلوہ فرمائیں رخِ دل کی سیاہی مٹ جائے / صبح ہو جائے الٰہی شبِ تارِ عارض

نامِ حق پر کرے محبوب دل و جان قربان / حق کرے عرش سے تا فرش نثارِ عارض

مشک بو زلف سے رخ چہرہ سے بالوں میں شعاع / معجزہ ہے حلبِ زلف و تتارِ عارض

حق نے بخشا ہے کرم نذرِ گدایاں ہو قبول / پیارے اک دل ہے وہ کرتے ہیں نثارِ عارض

آہ بے مائگیٔ دل کہ رضائے محتاج
لے کر اک جان چلا بہرِ نثارِ عارض

تمہارے ذرے کے پرتو ستارہائے فلک / تمہارے نعل کی ناقص مثل ضیائے فلک

اگرچہ چھالے ستاروں سے پڑ گئے لاکھوں / مگر تمہاری طلب میں تھکے نہ پائے فلک

سرِ فلک نہ کبھی تا بہ آستاں پہنچا! / کہ ابتدائے بلندی تھی انتہائے فلک

یہ مٹ کے ان کی روش پر ہوا خود ان کی روش / کہ نقشِ پا ہے زمیں پر نہ صوتِ پائے فلک

تمہاری یاد میں گزری تھی جاگتے شب بھر
چلی نسیم ہوئے بند دیدہ ہائے فلک

نہ جاگ اٹھیں کہیں اہلِ بقیع کچی نیند
چلا یہ نرم نہ نکلی صدائے پائے فلک

یہ ان کے جلوہ نے کیں گرمیاں شبِ اسریٰ
کہ جب سے چرخ میں ہیں نقرہ و طلائے فلک

مرے غنی نے جواہر سے بھر دیا دامن
گیا جو کاسۂ مہ لے کے شب گدائے فلک

رہا جو قانعِ یک نانِ سوختہ دن بھر!
ملی حضور سے کانِ گہر جزائے فلک

تجملِ شبِ اسریٰ ابھی سمٹ نہ چکا!
کہ جب سے ویسی ہی کوتل ہیں سبز ہائے فلک

خطابِ حق بھی ہے دربابِ خلق من اجلک
اگر ادھر سے دمِ حمد ہے صدائے فلک

یہ اہلِ بیت کی چکی سے چال سیکھی ہے
رواں ہے بے مددِ دست آسیائے فلک

رضا یہ نعتِ نبی نے بلندیاں بخشیں
لقب زمینِ فلک کا ہوا سمائے فلک

کیا ٹھیک ہو رخِ نبوی پر مثالِ گل
پامالِ جلوۂ کفِ پا ہے جمالِ گل

جنت ہے ان کے جلوہ سے جویائے رنگ و بو
اے گل ہمارے گل سے ہے گل کو سوالِ گل

ان کے قدم سے سلعۂ غالی ہوئی جناں
واللہ میرے گل سے ہے جاہ و جلالِ گل

سنتا ہوں عشقِ شاہ میں دل ہوگا خوں فشاں
یا رب یہ مژدہ سچ ہو مبارک ہو فالِ گل

بلبل حرم کو چل غمِ فانی سے فائدہ
کب تک کہے گی ہائے وہ غنج و دلالِ گل

غمگیں ہے شوقِ غازۂ خاکِ مدینہ میں
شبنم سے دھل سکے گی نہ گردِ ملالِ گل

بلبل یہ کیا کہا میں کہاں فصلِ گل کہاں
امید رکھ کہ عام ہے جود و نوالِ گل

؎ حدیث میں جنت کو سلعۂ غالیہ فرمایا۔ یعنی متاعِ گراں بہا ۱۲

میں گھرا ہے ابرِ ولا مژدہ ہو کہ اب
گرتی ہے آشیانہ پہ برقِ جمالِ گُل

یارب ہرا بھرا رہے داغِ جگر کا باغ
ہر مہ مہِ بہار ہو ہر سال سالِ گُل

رنگِ مژہ سے کر کے خجل یادِ شاہ میں
کھینچا ہے ہم نے کانٹوں پہ عطرِ جمالِ گُل

میں یادِ شہ میں روؤں عنادل کریں ہجوم
ہر اشکِ لالہ فام پہ ہو احتمالِ گُل

ہیں عکسِ چہرہ سے لبِ گلگوں میں سرخیاں
ڈوبا ہے بدرِ گل سے شفق میں ہلالِ گُل

نعتِ حضور میں مترنم ہے عندلیب
شاخوں کے جھومنے سے عیاں وجد و حالِ گُل

بلبل گلِ مدینہ ہمیشہ بہار ہے
دو دن کی ہے بہار فنا ہے مآلِ گُل

شیخین ادھر نثار غنی و علی اُدھر
غنچہ ہے بلبلوں کا یمین و شمالِ گُل

چاہے خدا تو پائیں گے عشقِ نبی میں خُلد
نکلی ہے نامۂ دلِ پرخوں میں فالِ گُل

کر اس کی یاد جس سے ملے چین عندلیب
دیکھا نہیں کہ خارِ الم ہے خیالِ گُل

دیکھا تھا خوابِ خارِ حرم عندلیب نے
کھٹکا کیا ہے آنکھ میں شب بھر خیالِ گُل

ان دو کا صدقہ جن کو کہا میرے پھول ہیں
کیجے رضاؔ کو حشر میں خنداں مثالِ گُل

سر تا بقدم ہے تنِ سلطانِ زمن پھول
لب پھول دہن پھول ذقن پھول بدن پھول

صدقے میں ترے باغ تو کیا لائے ہیں بن پھول
اس غنچۂ دل کو بھی تو ایما ہو کہ بن پھول

تنکا بھی ہمارے تو ہلائے نہیں ہلتا!
تم چاہو تو ہو جائے ابھی کوہِ محن پھول

واللہ جو مل جائے مرے گل کا پسینہ
مانگے نہ کبھی عطر نہ پھر چاہے دلہن پھول

دل بستہ و خوں گشتہ نہ خوشبو نہ لطافت
کیوں غنچہ کہوں ہے مرے آقا کا دہن پھول

شب یاد تھی کن دانتوں کی شبنم کہ دمِ صبح
شوخانِ بہاری کے جڑاؤ ہیں کرن پھول

دندان و لب و زلف و رخِ شہ کے فدائی
ہیں درِ عدن لعلِ یمن مشکِ ختن پھول

بُو ہو کے نہاں ہو گئے تابِ رُخِ شہ میں
لو بن گئے ہیں اب تو حسینوں کا دہن پھول

ہوں بار گنہ سے خجل دوشِ عزیزاں
للہ مری نعش کر اے جانِ چمن پھول

دل اپنا بھی شیدائی ہے اس ناخنِ پا کا
اتنا بھی مہِ نو پہ نہ اے چرخِ کہن پھول

دل کھول کے خوں رو لے غمِ عارضِ شہ میں
نکلے تو کہیں حسرتِ خوں نابہ شدن پھول

کیا غازہ ملا گردِ مدینہ کا جو ہے آج
نکھرے ہوئے جوبن میں قیامت کی پھبن پھول

گرمی یہ قیامت ہے کہ کانٹے ہیں زباں پہ
بلبل کو بھی اے ساقیِ صہبا و لبن پھول

ہے کون کہ گریہ کرے یا فاتحہ کو آئے
بیکس کے اٹھائے تری رحمت کے بھرن پھول

دل غم تجھے گھیرے ہیں خدا تجھ کو وہ چمکائے
سورج ترے خرمن کو بنے تیری کرن پھول

کیا بات رضا اس چمنستانِ کرم کی
زہرا ہے کلی جس میں حسین اور حسن پھول

ہے کلامِ الٰہی میں شمس و ضحیٰ ترے چہرۂ نور فزا کی قسم
قسمِ شبِ تار میں راز یہ تھا کہ حبیب کی زلفِ دوتا کی قسم

ترے خُلق کو حق نے عظیم کہا تری خَلق کو حق نے جمیل کیا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا ترے خالقِ حسن و ادا کی قسم

وہ خدا نے ہے مرتبہ تجھ کو دیا نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا
کہ کلام مجید نے کھائی شہا ترے شہر[1] و کلام[2] و بقا[3] کی قسم

ترا مسند ناز ہے عرش بریں ترا محرم راز ہے روح امیں
تو ہی سرور ہر دو جہاں ہے شہا ترا مثل نہیں ہے خدا کی قسم

یہی عرض ہے خالق ارض و سما وہ رسول ہیں تیرے میں بندہ ترا
مجھے ان کے جوار میں دے وہ جگہ کہ ہے خلد کو جس کی صفا کی قسم

تو ہی بندوں پہ کرتا ہے لطف و عطا ہے تجھی پہ بھروسہ تجھی سے دعا
مجھے جلوۂ پاک رسول دکھا تجھے اپنے ہی عز و علا کی قسم

مرے گرچہ گناہ ہیں حد سے سوا مگر ان سے امید ہے تجھ سے رجا
تو رحیم ہے ان کا کرم ہے گواہ وہ کریم ہیں تیری عطا کی قسم

یہی کہتی ہے بلبل باغ جناں کہ رضا کی طرح کوئی سحر بیاں
نہیں ہند میں واصف شاہ ہدیٰ مجھے شوخی طبع رضا کی قسم

پاٹ وہ کچھ دھار یہ کچھ زار ہم — یا الٰہی کیوں کر اتریں پار ہم
کس بلا کی مے سے ہیں سرشار ہم — دن ڈھلا ہوتے نہیں ہشیار ہم

---

[1] قال اللہ تعالیٰ لا اقسم بھذا البلد و انت حل بھذا البلد ۔ مجھے اس شہر مکہ کی قسم ہے اس لئے کہ اے محبوب تو اس میں تشریف فرما ہے ۱۲ منہ [2] قال اللہ تعالیٰ وقیلہ یارب ان ھؤلاء قوم لا یومنون مجھے رسول کے اس کہنے کی قسم ہے کہ اے میرے رب یہ لوگ ایمان نہیں لاتے ہیں [3] قال اللہ تعالیٰ لعمرک انھم لفی سکرتھم یعمھون ۔ اے میرے محبوب مجھے تیری جان کی قسم کہ یہ کافر اپنے نشے میں اندھے ہو رہے ہیں ۱۲

تم کرم سے مشتری ہر عیب کے
جنسِ نامقبولِ ہر بازار ہیں ہم

دشمنوں کی آنکھ میں بھی پھول تم
دوستوں کی بھی نظر میں خار ہیں ہم

لغزشِ پا کا سہارا ایک تم
گرنے والے لاکھوں ناہنجار ہیں ہم

صدقہ اپنے بازوؤں کا المدد
کیسے توڑیں یہ بتِ پندار ہیں ہم

دم قدم کی خیر اے جانِ مسیح
در پہ لائے ہیں دلِ بیمار ہیں ہم

اپنی رحمت کی طرف دیکھیں حضور
جانتے ہیں کیسے ہیں بدکار ہیں ہم

اپنے مہمانوں کا [illegible] ایک بوند
مرمٹے پیاسے ادھر سرکار ہیں ہم

اپنے کوچہ سے نکالا تو نہ دو
ہیں تو حد بھر کے خدائی خوار ہیں ہم

ہاتھ اٹھا کر ایک ٹکڑا اے کریم
ہیں سخی کے مال میں حقدار ہیں ہم

چاندنی چھٹکی ہے ان کے نور کی
آؤ دیکھیں سیرِ طور و نار ہیں ہم

ہمت اے ضعف ان کے در پر گر کے ہوں
بے تکلف سایۂ دیوار ہیں ہم

باعطا تم شاہ تم مختار تم!
بے نوا ہم زار ہم ناچار ہیں ہم

تم نے تو لاکھوں کو جانیں پھیر دیں
ایسا کتنا رکھتے ہیں آزار ہیں ہم

اپنی ستاری کا یارب واسطہ
ہوں نہ رسوا بر سرِ دربار ہیں ہم

اتنی عرضِ آخری کہہ دو کوئی
ناؤ ٹوٹی آپڑے منجدھار ہیں ہم

منہ بھی دیکھا ہے کسی کے عفو کا
دیکھ او عصیاں نہیں بے یار ہیں ہم

میں نثار ایسا مسلماں کیجئے
توڑ ڈالیں نفس کا زنار ہیں ہم

کب سے پھیلائے ہے دامن تیغِ عشق
اب تو پائیں زخمِ دامن دار ہم

سنیت سے کھٹکے سب کی آنکھ میں
پھول ہو کر بن گئے کیا خار ہم

ناتوانی کا بھلا ہو بن گئے
نقشِ پائے طالبانِ یار ہم

دل کے ٹکڑے نذرِ حاضر لائے ہیں
اے سگانِ کوچۂ دلدار ہم

قسمتِ ثور و حرا کی حرص ہے
چاہتے ہیں دل میں گہرا غار ہم

چشم پوشی و کرم شانِ شما!
کارِ ما بے باکی و اصرار ہم

فصلِ گل سبزہ صبا مستی شباب
چھوڑیں کس دل سے درِ خمار ہم

میکدہ چھٹتا ہے للّٰہ ساقیا
اب کی ساغر سے نہ ہوں ہشیار ہم

ساقیِ تسنیم جب تک آ نہ جائیں
اے سیہ مستی نہ ہوں ہشیار ہم

نازشیں کرتے ہیں آپس میں ملک
ہیں غلامانِ شہِ ابرار ہم

لطفِ از خود رفتگی یارب نصیب
ہوں شہیدِ جلوۂ رفتار ہم

ان کے آگے دعوئے ہستی رضاؔ
کیا بکے جاتا ہے یہ ہر بار ہم

عارضِ شمس و قمر سے بھی ہیں انور ایڑیاں
عرش کی آنکھوں کے تارے ہیں وہ خوشتر ایڑیاں

جابجا پرتو فگن ہیں آسماں پہ ایڑیاں
دن کو ہیں خورشید شب کو ماہ و اختر ایڑیاں

نجم گردوں تو نظر آتے ہیں چھوٹے اور وہ پاؤں
عرش پر پھر کیوں نہ ہوں محسوس لاغر ایڑیاں

دب کے زیرِ پا نہ گنجائش سمانے کی رہی
بن گیا جلوہ کفِ پا کا ابھر کر ایڑیاں

ان کا منگتا پاؤں سے ٹھکرا دے وہ دنیا کا تاج
جن کی خاطر مر گئے منعم رگڑ کر ایڑیاں

دو قمر دو پنجۂ خور دو ستارے دس ہلال
ان کے تلوے پنجے ناخن پائے اطہر ایڑیاں

ہائے اس پتھر سے اس سینہ کی قسمت پھوڑیئے
بے تکلف جس کے دل میں یوں کریں گھر ایڑیاں

تاجِ روح القدس کے موتی جسے سجدہ کریں
رکھتی ہیں واللہ وہ پاکیزہ گوہر ایڑیاں

ایک ٹھوکر میں احد کا زلزلہ جاتا رہا
رکھتی ہیں کتنا وقار اللہ اکبر ایڑیاں

چرخ پر چڑھتے ہی چاندی میں سیاہی آگئی
کر چکی ہیں بدر کو ٹکسال باہر ایڑیاں

اے رضا طوفانِ محشر کے تلاطم سے نہ ڈر
شاد ہو ہیں کشتیٔ امت کو لنگر ایڑیاں

عشقِ مولیٰ میں ہو خوں بار کنارِ دامن
یا خدا جلد کہیں آئے بہارِ دامن

بہ چلی آنکھ بھی اشکوں کی طرح دامن پر
کہ نہیں تارِ نظر جز دو سہ تارِ دامن

اشک برساؤں چلے کوچۂ جاناں سے نسیم
یا خدا جلد کہیں نکلے بخارِ دامن

دل شدوں کا یہ ہوا دامنِ اطہر پہ ہجوم
بیدل آباد ہوا نام دیارِ دامن

مشک سا زلفِ شہ و نور فشاں روئے حضور
اللہ اللہ حلبِ جیب و تتارِ دامن

تجھ سے اے گل میں ستم دیدۂ دشتِ حرماں
خلش دل کی کہوں یا غمِ خارِ دامن

عکس افگن ہے ہلالِ لبِ شہ جیب نہیں
مہرِ عارض کی شعاعیں ہیں نہ تارِ دامن

ک کہتے ہیں یہ شیدائی کہ آنکھیں دھوکر اے ادب گردِ نظر ہو نہ غبارِ دامن

اے رضاؔ آہ وہ بلبل کہ نظر میں جس کی
جلوۂ جیبِ گل آئے نہ بہارِ دامن

رشکِ قمر ہوں رنگِ رخِ آفتاب ہوں ۔ ذرہ ترا جو اے شہِ گردوں جناب ہوں
درِ نجف ہوں گوہرِ پاکِ خوشاب ہوں یعنی تراب رہ گذرِ بوتراب ہوں
گر آنکھ ہوں تو ابر کی چشمِ پر آب ہوں دل ہوں تو برق کا دلِ پر اضطراب ہوں
خونیں جگر ہوں طائرِ بے آشیاں شہا رنگِ پریدۂ رُخِ گل کا جواب ہوں
بے اصل و بے ثبات ہوں بحرِ کرم مدد پروردۂ کنارِ سراب و حباب ہوں
عبرت فزا ہے شرمِ گنہ سے مرا سکوت گویا لبِ خموشِ لحد کا جواب ہوں
کیوں نالہ سوز سے کروں کیوں خونِ دل پیوں سیخِ کباب ہوں نہ میں جامِ شراب ہوں
دل بستہ بے قرار جگر چاک اشکبار غنچہ ہوں گل ہوں برقِ تپاں ہوں سحاب ہوں
دعوے ہے سب سے تیری شفاعت پہ بیشتر دفتر میں عاصیوں کے شہا انتخاب ہوں
مولیٰ دہائی نظروں سے گر کر جلا غلام اشکِ مژہ رسیدۂ چشمِ کباب ہوں
مٹ جائے یہ خودی تو وہ جلوہ کہاں نہیں دردا میں آپ اپنی نظر کا حجاب ہوں
صدقے ہوں اس پہ نار سے دیگا جو مخلصی بلبل نہیں کہ آتشِ گل پر کباب ہوں
قالب تہی کئے ہمہ آغوش ہے ہلال اے شہسوارِ طیبہ میں تیری رکاب ہوں

کیا کیا ہیں تجھ سے ناز ترے قصر کو کہ میں — کعبہ کی جان عرشِ بریں کا جواب ہوں

شاہا تجھے سفر ہے اشکوں سے "تا نہ میں — آبِ عبث چکیدۂ چشمِ کباب ہوں

میں تو کہا ہی چاہوں کہ بندہ ہوں شاہ کا — پر لطف جب ہے کہہ دیں اگر وہ جناب ہوں

حسرت میں خاک بوسیٔ طیبہ کی اے رضاؔ

ٹپکا جو چشمِ مہر سے وہ خونِ ناب ہوں

پوچھتے کیا ہو عرش پر یوں گئے مصطفیٰ کہ یوں

کیف کے پر جہاں جلیں کوئی بتائے کیا کہ یوں

قصرِ دنیٰ کے راز میں عقلیں تو گم ہیں جیسی ہیں

روحِ قدس سے پوچھیے تم نے بھی کچھ سنا کہ یوں

میں نے کہا کہ جلوۂ اصل میں کس طرح گمیں

صبح نے نورِ مہر میں مٹ کے دکھا دیا، کہ یوں

ہائے رے ذوقِ بےخودی دل جو سنبھلنے سا لگا

چھک کے مہک میں پھول کی گرنے لگی صبا کہ یوں

دل کو دے نور و داغِ عشق پھر میں فدا دو نیم کر

مانا ہے سن کے شقِ ماہ آنکھوں سے اب دکھا کے یوں

دل کو ہے فکر کس طرح مردے جلاتے ہیں حضور ۳

اے میں فدا لگا کر ایک ٹھوکر اسے بتا کہ یوں

باغ میں شکرِ وصل تھا ہجر میں ہائے ہائے گُل
کام ان کے ذکر سے خیر وہ یوں ہُوا ، کہ بلبل
جو کہے شعر و پاسِ شرع دونوں کا حسن کیونکر آئے
لا اسے پیشِ جلوۂ زمزمۂ رضاؔ کہ یوں!

پھر کے گلی گلی تباہ ٹھوکریں سب کی کھائے کیوں
دل کو جو عقل دے خدا تیری گلی سے جائے کیوں
رخصتِ قافلہ کا شور غش سے ہمیں اٹھائے کیوں
سوتے ہیں ان کے سایہ میں کوئی ہمیں جگائے کیوں
بار نہ تھے حبیب کو پالتے ہی غریب کو
روئیں جو اب غریب کو چین کھو گنوائے کیوں
یادِ حضور کی قسم غفلتِ عیش ہے ستم
خوب ہیں قیدِ غم میں ہم کوئی ہمیں چھڑائے کیوں
دیکھ کے حضرتِ غنی ، پھیل پڑے فقیر بھی
چھائی ہے اب تو چھاؤنی حشر ہی آنہ جائے کیوں
جان ہے عشقِ مصطفےٰ روز فزوں کرے خدا

جس کو ہو درد کا مزہ، نازِ دوا اٹھائے کیوں

ہم تو ہیں آپ دل فگار غم میں ہنسی ہے ناگوار
چھیڑ کے گُل کو نو بہار خون ہمیں رلائے کیوں

یا تو یوں ہی تڑپ کے جائیں یا وہی دام سے چھڑائیں
منتِ غیر کیوں اٹھائیں، کوئی ترس کھائے کیوں

اُن کے جلال کا اثر دل سے لگائے ہے قمر
جو کہ ہو لوٹ زخم پہ داغ جگر مٹائے کیوں

خوش رہے گُل سے عندلیب خارِ حرم مجھے نصیب
میری بلا بھی ذکر پہ پھول کے خار کھائے کیوں!

گردِ ہلال اگر دُھلے، دل کی کلی اگر کھلے
برق سے آنکھ جلے کیوں، رونے پہ مسکرائے کیوں

جانِ سفر نصیب کو کس نے کہا مزے سے سو
کھٹکا اگر سحر کا ہو شام سے موت آئے کیوں

اب تو نہ روک اسے غنی عادتِ سگ بگڑ گئی
میرِ کریم پہلے ہی لقمہ تر کھلائے کیوں

راہِ نبی میں کیا کمی فرشِ بیاضِ دیدہ کی
چادرِ ظل ہے ملگجی زیرِ قدم بچھائے کیوں

سنگِ درِ حضور سے ہم کو خدا نہ صبر دے

جانا ہے سر کو جا چکے دل کو قرار آئے کیوں

ہے تو رضا نرا ستم جرم پہ گر لجائیں ہم

کوئی بجائے سوزِ غم سازِ طرب بجائے کیوں

یادِ وطن ستم کیا دشتِ حرم سے لائی کیوں

بیٹھے بٹھائے بدنصیب سر پہ بلا اٹھائی کیوں

دل میں تو چوٹ تھی دبی ہائے غضب ابھر گئی

پوچھو تو آہِ سرد سے ٹھنڈی ہوا چلائی کیوں

چھوڑ کے اس حرم کو آپ بن میں ٹھگوں کے آ بسو

پھر کہو سر پہ دھر کے ہاتھ لٹ گئی سب کمائی کیوں

باغِ عرب کا سروِ ناز دیکھ لیا ہے ورنہ آج

قمری جانِ غمزدہ گونج کے چہچہائی کیوں !

نامِ مدینہ لے دیا چلنے لگی نسیمِ خلد

سوزشِ غم کو ہم نے بھی کیسی ہوا بتائی کیوں

کس کی نگاہ کی حیا پھرتی ہے میری آنکھ میں

نرگسِ مستِ ناز نے مجھ سے نظر چرائی کیوں

تو نے تو کر دیا طبیب آتشِ سینہ کا علاج
آج کے دودِ آہ میں بوئے کباب آئی کیوں!

فکرِ معاش بد بلا ہولِ معاد جاں گزا
لاکھوں بلا میں پھنسنے کو روح بدن میں آئی کیوں

ہو نہ ہو آج کچھ مرا ذکر حضور میں ہوا!
ورنہ مری طرف خوشی دیکھ کے مسکرائی کیوں

حورِ جناں ستم کیا طیبہ نظر میں پھر گیا
چھیڑ کے پردۂ حجاز دیس کی چیز گائی کیوں

غفلتِ شیخ و شاب پر ہنستے ہیں طفلِ شیر خوار
کرنے کو گدگدی عبث آنے لگی بہائی کیوں

عرض کروں حضور سے دل کی تو میرے خیر ہے
پیٹتی سر کو آرزو دشتِ حرم سے آئی کیوں

حسرتِ نو کا سانحہ سنتے ہی دل بگڑ گیا!
ایسے مریض کو رضا مرگِ جواں سنائی کیوں

پل صراط روح امیں کو خبر کریں
جاتی ہے امتِ نبوی فرش پر کریں

ان فتنہ ہائے حشر سے کہہ دو حذر کریں
نازوں کے پالے آتے ہیں رہ سے گزر کریں

بھلے ہیں تو آپ کے ہیں بھلے ہیں تو آپ کے
ٹکڑوں سے تو یہاں کے پلے رخ کدھر کریں

سرکار ہم کمینوں کے اطوار پر نہ جائیں!
آقا حضور اپنے کرم پہ نظر کریں

ان کی حرم کے خار کشیدہ ہیں کس لئے
آنکھوں میں آئیں سر پہ رہیں دل میں گھر کریں

جالوں پہ جال پڑ گئے للہ وقت ہے
مشکل کشائی آپ کے ناخن اگر کریں

منزل کڑی ہے شانِ تبسم کرم کرے
تاروں کی چھاؤں نور کے تڑکے سفر کریں

کلکِ رضؔا ہے خنجرِ خوں خوار برق بار
اعدا سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں
تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

جو ترے در سے یار پھرتے ہیں
دربدر یوں ہی خوار پھرتے ہیں

آہ کل عیش تو کئے ہم نے
آج وہ بے قرار پھرتے ہیں

ان کے ایما سے دونوں باگوں پہ
خیلِ لیل و نہار پھرتے ہیں

ہر چراغِ مزار پہ قدسی
کیسے پروانہ وار پھرتے ہیں

اس گلی کا گدا ہوں میں جس میں
مانگتے تاجدار پھرتے ہیں

جان ہیں جان کیا نظر آئے
کیوں عدو گردِ غار پھرتے ہیں

پھول کیا دیکھوں میری آنکھوں میں
دشتِ طیبہ کے خار پھرتے ہیں

لاکھوں قدسی ہیں کامِ خدمت پہ ق
لاکھوں گردِ مزار پھرتے ہیں

دردیاں بولتے ہیں ہرکارے — پہرہ دیتے ہیں سوار پھرتے ہیں
رکھیے جیسے ہیں زاد ہیں ہم — مول کے عیب دار پھرتے ہیں
ہائے غافل وہ کیا جگہ ہے جہاں — پانچ جاتے ہیں چار پھرتے ہیں
بائیں رستے نہ جا مسافر سن — مال ہے راہ مار پھرتے ہیں
جاگ سنسان بن ہے رات آئی — گرگ بہرِ شکار پھرتے ہیں
نفس یہ کوئی چال ہے ظالم — جیسے خاصے بجار پھرتے ہیں

کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضا
تجھ سے کتے ہزار پھرتے ہیں

ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیئے ہیں — جس راہ چل دیئے ہیں کوچے بسا دیئے ہیں
جب آگئی ہیں جوشِ رحمت پہ انکی آنکھیں — جلتے بجھا دیئے ہیں روتے ہنسا دیئے ہیں
اک دل ہمارا کیا ہے آزار اس کا کتنا — تم نے تو چلتے پھرتے مردے جلا دیئے ہیں
ان کے نثار کوئی کیسے ہی رنج میں ہو — جب یاد آگئے ہیں سب غم بھلا دیئے ہیں
ہم سے فقیر بھی اب پھیری کو اٹھتے ہونگے — اب تو غنی کے در پر بستر جما دیئے ہیں
اسرا میں گزرے جس دم بیڑے پہ قدسیوں کے — ہونے لگی سلامی پرچم جھکا دیئے ہیں
آنے دو یا ڈبو دو اب تو تمہاری جانب — کشتی تمہیں پہ چھوڑی لنگر اٹھا دیئے ہیں
دولہا سے اتنا کہہ دو پیارے سواری روکو — مشکل میں ہیں براتی پرخار بادیئے ہیں

اللہ کیا جہنم اب بھی سرد نہ ہوگا — رو رو کے مصطفےٰ نے دریا بہا دیے ہیں

میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا — دریا بہا دیئے ہیں دُر بے بہا دیے ہیں

مُلکِ سخن کی شاہی تم کو رضاؔ مسلّم
جس سمت آگئے ہو سِکّے بٹھا دیئے ہیں

ہے لبِ عیسیٰ سے جاں بخشی نرالی ہاتھ میں — سنگریزے پاتے ہیں شیریں مقالی ہاتھ میں

بے نواؤں کی نگاہیں ہیں کہاں تحریرِ دست — رہ گئیں جو پا کے جودِ لا یزالی ہاتھ میں

کیا لکیروں میں یداللہ خطِ سرو آسا لکھا — راہ یوں اس راز لکھنے کی نکالی ہاتھ میں

جودِ شاہِ کوثر اپنے پیاسوں کا جویا ہے آپ — کیا عجب اُڑ کر جو آپ آئے پیالی ہاتھ میں

ابرِ نیساں مومنوں کو تیغِ عریاں کفر پر — جمع ہیں شانِ جمالی و جلالی ہاتھ میں

مالکِ کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں — دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

سایہ افگن سر پہ ہو پرچمِ الٰہی جھوم کر — جب لواء الحمد لے امت کا والی ہاتھ میں

ہر خطِ کف ہے یہاں اے دستِ بیضائے کلیم — موجزن دریائے نورِ بے مثالی ہاتھ میں

وہ گراں سنگیِ قدرِ مس وہ ارزانیِ جود — نوعیہ بدلا کیے سنگ و لآلی ہاتھ میں

دستگیرِ ہر دو عالم کر دیا سبطین کو — اے میں قرباں جانِ جاں انگشت کیا لی ہاتھ میں

آہ وہ عالم کہ آنکھیں بند اور لب پر درود — وقفِ سنگِ در جبیں روضہ کی جالی ہاتھ میں

جس نے بیعت کی بہارِ حسن پر قرباں رہا — ہیں لکیریں نقشِ تسخیرِ جمالی ہاتھ میں!

کاش ہو جائیں لب کوثر ہیں یوں وارفتہ ہوش — لے کر اس جانِ کرم کا ذیل خالی ہاتھ میں

آنکھ محوِ جلوۂ دیدار دل پرجوش وجد — لب پہ شکرِ بخششِ ساقی پیالی ہاتھ میں

حشر میں کیا کیا مزے وارفتگی کے لوں رضاؔ

لوٹ جائیں پا کے وہ دامانِ عالی ہاتھ میں

راہِ عرفاں سے جو ہم نادیدہ محرم نہیں ! — مصطفیٰ ہے مسندِ ارشاد پہ کچھ غم نہیں

ہوں مسلماں گرچہ ناقص ہی سہی اے کاملو — ماہیت پانی کی آخر یم سے نم میں کم نہیں

غنچے ما اوحیٰ کے جو چٹکے دنیٰ کے باغ میں — بلبلِ سدرہ تک ان کی بو سے بھی محرم نہیں

اس میں زم زم[1] ہے کہ تھم تھم اس میں جم جم[2] ہے کہ بیش — کثرتِ کوثر میں زم زم کی طرح کم کم[3] نہیں

پنجۂ مہرِ عرب ہے جس سے دریا بہہ گئے — چشمۂ خورشید میں تو نام کو بھی نم نہیں

ایسا امی کس لیے منت کشِ استاد ہو ! — کیا کفالت اس کو اقرأ وربک الاکرم نہیں

اوس مہرِ حشر پہ پڑ جائے پیاسو تو سہی — اس گلِ خنداں کا رونا گریۂ شبنم نہیں

ہے انہیں کے دم قدم کی باغِ عالم میں بہار — وہ نہ تھے عالم نہ تھا گر وہ نہ ہوں عالم نہیں

---

[1] زمزم کے معنی سریانی زبان میں تھم تھم۔ جب یہ چشمہ زمین سے ابلا۔ حضرت ہاجرہ والدہ سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام نے اس خوف سے کہ پانی بہتے میں مل کر خشک نہ ہو جائے ایک ڈانڈہ کھینچ کر فرمایا زمزم ٹھہر ٹھہر وہ اسی ڈانڈے میں رہ کر کنواں ہو گیا۔ حدیث میں فرمایا وہ نہ روکتیں تو سمندر ہو جاتا ۱۲۔

[2] جم جم بزبان عربی یعنی کثیر کثیر۔ [3] کم کم سے مشتق ہے ۱۲ کم مقدار سے سوال یعنی کتنا کتنا ۱۲

سایۂ دیوار و خاکِ در ہو یا رب اور رضاؔ
خواہشِ دیہیمِ قیصر شوقِ تختِ جم نہیں

وہ کمالِ حسنِ حضور ہے کہ گمانِ نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

دو جہاں کی بہتریاں نہیں کہ امانیٔ دل و جاں نہیں
کہو کیا ہے وہ جو یہاں نہیں مگر اک نہیں کہ وہ ہاں نہیں

میں نثار تیرے کلام پہ ملی یوں تو کس کو زباں نہیں
وہ سخن ہے جس میں سخن نہ ہو وہ بیاں ہے جس کا بیاں نہیں

بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آکے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

کرے مصطفےٰ کی اہانتیں کھلے بندوں اس پہ یہ جراتیں
کہ میں کیا نہیں ہوں محمدی ارے ہاں نہیں ارے ہاں نہیں

ترے آگے یوں ہیں دبے لچے فصحا عرب کے بڑے بڑے
کوئی جانے منہ میں زباں نہیں نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں

وہ شرف کہ قطع ہیں نسبتیں وہ کرم کہ سب سے قریب ہیں
کوئی کہہ دو یاس و امید سے وہ کہیں نہیں وہ کہاں نہیں

یہ نہیں کہ خلد نہ ہو نکو، وہ نکوئی کی بھی ہے آبرو
مگر اے مدینہ کی آرزو جسے چاہے تو وہ سماں نہیں

ہے انہیں کے نور سے سب عیاں ہے انہیں کے جلوہ میں سب نہاں
بنے صبح تابش مہر سے رہے پیش مہر یہ جاں نہیں

وہی نور حق وہی ظل رب ہے انہیں سے سب ہے انہیں کا سب
نہیں انکی ملک میں آسماں کہ زمیں نہیں کہ زماں نہیں

وہی لامکاں کے مکیں ہوئے سر عرش تخت نشیں ہوئے
وہ نبی ہے جس کے ہیں یہ مکاں وہ خدا ہے جسکا مکاں نہیں

سر عرش پر ہے تری گزر دل فرش پر ہے تری نظر
ملکوت و ملک میں کوئی شے نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

کروں تیرے نام پہ جاں فدا نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا
دو جہان سے بھی نہیں جی بھرا کروں کیا کروں کہ جہاں نہیں

ترا قد تو نادر دہر ہے کوئی مثل ہو تو مثال دے
نہیں گل کے پودوں میں ڈالیاں کہ چمن میں سرو چماں نہیں

نہیں جس کے رنگ کا دوسرا نہ تو ہو کوئی نہ کبھی ہوا!
کہو اس کو گل کہے کیا بنی کہ گلوں کا ڈھیر کہاں نہیں

کروں مدح اہل دول رضا پڑے اس بلا میں مری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا مرا دین پارۂ ناں نہیں

رُخ دن ہے یا مہرِ سما یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں
شب زلف یا مشکِ ختا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

ممکن ہیں یہ قدرت کہاں واجب میں عبدیت کہاں
حیراں ہوں یہ بھی ہے خطا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

حق یہ کہ ہیں عبد اللہ اور عالمِ امکاں کے شاہ
برزخ ہیں وہ سرِّ خدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

بلبل نے گل ان کو کہا قمری نے سروِ جاں فزا
حیرت نے جھنجلا کر کہا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

خورشید تھا کس زور پر کیا بڑھ کے چمکا تھا قمر
بے پردہ جب وہ رخ ہوا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

ڈر تھا کہ عصیاں کی سزا اب ہوگی یا روزِ جزا
دی ان کی رحمت نے صدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

ہے کوئی نازاں زہد پر یا حسنِ توبہ ہے سپر
یاں ہے فقط تیری عطا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

دن لہو میں کھونا تجھے شب صبح تک سونا تجھے
شرمِ نبی خوفِ خدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

رزقِ خدا کھایا کیا فرمانِ حق ٹالا کیا
شکرِ کرم ترسِ سزا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

ہے بلبلِ رنگیں رضاؔ یا طوطیٔ نغمہ سرا
حق یہ کہ واصف ہے ترا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

وصفِ رخ ان کا کیا کرتے ہیں، شرحِ والشمس والضحیٰ کرتے ہیں
ان کی ہم مدح و ثنا کرتے ہیں، جن کو محمود کہا کرتے ہیں

ماہِ شق گشتہ کی صورت دیکھو، کانپ کر مہر کی رجعت دیکھو
مصطفےٰ پیارے کی قدرت دیکھو، کیسے اعجاز ہوا کرتے ہیں

تو ہے خورشیدِ رسالت پیارے، چھپ گئے تیری ضیا میں تارے

انبیا اور ہیں سب ہی مہ پارے تجھ سے نور لیا کرتے ہیں

اے بلائے بے خردی کفار رکھتے ہیں ایسے کے حق میں انکار
کہ گواہی ہو گر اس کو درکار بے زبان بول اٹھا کرتے ہیں

اپنے مولیٰ کی ہے بس شانِ عظیم جانور بھی کریں جن کی تعظیم
سنگ کرتے ہیں ادب سے تسلیم پیڑ سجدے میں گرا کرتے ہیں

رفعتِ ذکر ہے تیرا حصہ دونوں عالم میں ہے تیرا چرچا
مرغِ فردوس پس از حمدِ خدا تیری ہی مدح و ثنا کرتے ہیں

انگلیاں پائیں وہ پیاری پیاری جن سے دریائے کرم ہیں جاری
جوش پر آتی ہے جب غم خواری تشنے سیراب ہوا کرتے ہیں

ہاں یہیں کرتی ہیں چڑیاں فریاد ہاں یہیں چاہتی ہے ہرنی داد
اسی در پر شترانِ ناشاد گلۂ رنج و عنا کرتے ہیں

آستین رحمتِ عالم الٹے کمرِ پاک پہ دامن باندھے
گرنے والوں کو چہِ دوزخ سے صاف الگ کھینچ لیا کرتے ہیں

جب صبا آتی ہے طیبہ سے ادھر کھلکھلا پڑتی ہیں کلیاں اکثر
پھول جامہ سے نکل کر باہر رخِ رنگیں کی ثنا کرتے ہیں:

تو ہے وہ بادشہِ کون و مکاں کہ ملک ہفت فلک کے ہر آن
تیرے مولیٰ سے شہِ عرش ایوان تیری دولت کی دعا کرتے ہیں

جس کے جلوے سے احد ہے تاباں معدن نور ہے اس کا داماں
ہم بھی اس چاند پہ ہو کر قرباں دلِ سنگین کی جلا کرتے ہیں

کیوں نہ زیبا ہو تجھے تاجوری تیرے ہی دم کی ہے سب جلوہ گری
ملک و جن و بشر حور و پری جاں سب تجھ پہ فدا کرتے ہیں

ٹوٹ پڑتی ہیں بلائیں جن پر جن کو ملتا نہیں کوئی یاور
ہر طرف سے وہ پُر ارماں پھر کر ان کے دامن میں چھپا کرتے ہیں

لب پر آجاتا ہے جب نام جناب منہ میں گھل جاتا ہے شہدِ نایاب
وجد میں ہو کے ہم اے جاں بیتاب اپنے لب چوم لیا کرتے ہیں

لب پہ کس منہ سے غم الفت لائیں کیا بلا دل ہے الم جس کا سنائیں
ہم تو ان کے کفِ پا پر مٹ جائیں ان کے در پر جو مٹا کرتے ہیں

اپنے دل کا ہے انہیں سے آرام سونپے ہیں اپنے انہیں کو سب کام
لو لگی ہے کہ اب اس در کے غلام چارۂ دردِ رضا کرتے ہیں

در منقبت سیدنا ابو الحسین احمد نوری قدس سرہ الشریف
کہ وقت مسند نشینی حضرت ممدوح در ۱۲۹۸ھ عرض کردہ شد

برتر قیاس سے ہے مقام ابو الحسین سدرہ سے پوچھو رفعتِ بام ابو الحسین

وارستہ پائے بستہ دام ابوالحسین — آزاد ناز سے ہے غلام ابوالحسین

خط سیہ میں نور الٰہی کی تابشیں — کہ صبح نور باد ہے شام ابوالحسین

ساقی سنا دے شیشۂ بغداد کی ٹپک — مہکی ہے بوئے گل سے مدام ابوالحسین

بوئے کباب سوختہ آتی ہے مے کشو — چھلکا شراب چشت سے جام ابوالحسین

گلگوں سحر کو ہے بھر سوز دل سے آنکھ — سلطان بہر درد ہے نام ابوالحسین

کرسی نشین ہے نقش مرادوں کے فیض سے — مولائے نقشبند ہے نام ابوالحسین

جس نخل پاک میں ہیں چھیالیس ڈالیاں — اک شاخ ان میں سے ہے سنام ابوالحسین

مستوں کو اے کریم بچائے خمار سے — تا دور حشر دورۂ جام ابوالحسین

ان کے بھلے سے لاکھوں غریبوں کا ہے بھلا — یارب زمانہ باد بکام ابوالحسین

میلا لگا ہے شان مسیحا کی دید ہے — مردے جلا رہا ہے خرام ابوالحسین

سرگشتہ مہر و مہ ہیں پر اب تک کھلا نہیں — کس چرخ پر ہے ماہ تمام ابوالحسین

اتنا پتہ ملا ہے یہ چرخ چنبری — ہے ہشت پایہ زینہ بام ابوالحسین

ذرہ کو مہر قطرہ کو دریا کرے ابھی — گر جوش زن ہو بخشش عام ابوالحسین

یحییٰ کا صدقہ وارث اقبال مند پائے — سجادۂ شیوخ کرام ابوالحسین

انعام لیں بہار جناں تہنیت لکھیں — پھولے پھلے تو نخل مرام ابوالحسین

اللہ ہم بھی دیکھ لیں شہزادوں کی بہار — سونگھے گل مراد مشام ابوالحسین

آقا سے میرے ستھرے میاں کا ہو لے نام — اس اچھے ستھرے سے رہے نام ابوالحسین

...ب وہ چاند جو فلک عز و جاہ پر — ہر سپہر میں ہو گام بگام ابوالحسین

...ہیں ہلال سپہر شرف دکھائیں — گردن جھکائیں بہر سلام ابوالحسین

...ت خدا کی ہے کہ تلاطم کناں اٹھی — بحر فنا سے موج دوام ابوالحسین

...ب ہمیں بھی چاشنی اس اپنی یاد کی — جس سے ہے شکریں لب کام ابوالحسین

ہاں طالع رضا تری اللہ رے یاوری
اے بندہ جدودِ کرام ابوالحسین

...و پاس ادب رکھو ہوس جانے دو — آنکھیں اندھی ہوئی ہیں انکو ترس جانے دو

...ھی جاتی ہیں امید غربا کی کھیتی — بوندیاں لکۂ رحمت کی برس جانے دو

...آتی ہیں ابھی وجد میں جانِ شیریں — نغمۂ قم کا ذکر کانوں میں رس جانے دو

...ھی چلتے ہیں ذرا قافلے والو ٹھہرو — گٹھریاں توشۂ امید کی کس جانے دو

...ر کل اور بھی کرتی ہے قیامت حل پر — ہمسفر وہیں پھر سوئے قفس جانے دو

...ش دل بھی تو بھڑکاؤ ادب دان نالو — کون کہتا ہے کہ تم ضبط نفس جانے دو

...تن زار کے دبیے ہوئے دل کے شعلو — شیوۂ خانہ براندازیِ خس جانے دو

اے رضا آہ کہ یوں سہل کٹیں جرم کے سال
دو گھڑی کی بھی عبادت تو برس جانے تو دو

چمن طیبہ میں سنبل جو سنوارے گیسو / حور بڑھ کر شکن ناز پہ وارے گیسو

کی جو بالوں سے ترے روضہ کی جاروبکشی / شب کو شبنم نے تبرک کو ہیں دھارے گیسو

ہم سیہ کاروں پہ یارب تپش محشر میں / سایہ افگن ہوں ترے پیارے کے پیارے گیسو

چرچے حوروں میں ہیں دیکھو تو ذرا بال براق / سنبل خلد کے قرباں اوتارے گیسو

آخر حج غم امت میں پریشاں ہو کر / تیرہ بختوں کی شفاعت کو سدھارے گیسو

گوش تک سنتے تھے فریاد اب آئے تا دوش / کہ بنیں خانہ بدوشوں کو سہارے گیسو

سوکھے دھانوں پہ ہمارے بھی کرم ہو جائے / چھائے رحمت کی گھٹا بن کے تمہارے گیسو

کعبہ جان کو پہنایا ہے غلاف مشکیں / اڑ کے آئے ہیں جو ابرو پہ تمہارے گیسو

سلسلہ پا کے شفاعت کا جھکے پڑتے ہیں / سجدۂ شکر کے کرتے ہیں اشارے گیسو

مشکبو کوچہ یہ کس پھول کا جھاڑا ان سے / حوریو عنبر سارا ہوئے سارے گیسو

دیکھو قرآن میں شب قدر ہے تا مطلع فجر / یعنی نزدیک ہیں عارض کے وہ پیارے گیسو

بھینی خوشبو سے مہک جاتی ہیں گلیاں واللہ / کیسے پھولوں میں بسائے ہیں تمہارے گیسو

شان رحمت ہے کہ شانہ نہ جدا ہو دم بھر / سینہ چاکوں پہ کچھ اس درجہ ہیں پیارے گیسو

شانہ ہے پنجۂ قدرت ترے بالوں کیلئے / کیسے ہاتھوں نے شہا تیرے سنوارے گیسو

احد پاک کی چوٹی سے الجھ لے شب بھر / صبح ہونے دو شب عید نے ہارے گیسو

مژدہ ہو قبلہ سے گھنگھور گھٹائیں امڈیں / ابروؤں پر وہ جھکے جھوم کے بارے گیسو

تار شیرازۂ مجموعۂ کونین ہیں یہ / حال کھل جائے جو اک دم ہوں کنارے گیسو

تیل کی بوندیں ٹپکتی نہیں بالوں سے رضا
صبح عارض پہ لٹاتے ہیں ستارے گیسو

رانہ رخ کا ہے جلوہ دیا ہے شاہدِ گل کو — الٰہی طاقتِ پرواز دے پر ہائے بلبل کو

ہاریں آئیں جوبن پر گھرا ہے ابرِ رحمت کا — لبِ مشتاق بھیگیں دے اجازت ساقیا مُل کو

لے لب سے وہ مشکیں مہر والی دم میں دم آئے — ٹپک سن کر قمِ عیسیٰ کہوں مستی میں قلقل کو

ل جاؤں سوالِ مدعا پر تھام کر دامن — بہکنے کا بہانہ پاؤں قصدِ بے تأمل کو

عا کا بخت خفتہ جاگے ہنگام اجابت ہے — ہٹایا صبح رخ سے شانے شب ہائے کاکل کو

زبان فلسفی سے امن خرق والتیام اسرا — پناہِ دورِ رحمت ہائے یکساعت تسلسل کو

دو شنبہ مصطفےٰ کا جمعہ آدم سے بہتر ہے — سکھانا کیا لحاظِ حیثیت خوئے تأمل کو

وستانِ رحمت کے سینچے جرأت ہے اپنا دیے — نہ رکھ بہرِ خدا شرمندۂ عرضِ بے فاتل کو

ریشانی میں نام ان کا دلِ صد چاک سے نکلا — اجابت شانہ کرنے آئی گیسوئے توسل کو

رضا نہ سبزۂ گردوں ہیں کوتل جسکے موکب کے
کوئی کیا لکھ سکے ان کی سواری کے تجمل کو

یاد میں جس کی نہیں ہوش تن و جاں ہم کو — پھر دکھا دے وہ رخ اے مہر فروزاں ہم کو

ر سے آپ میں آنا نہیں ملتا ہے جہاں — کیا ہی خود رفتہ کیا جلوۂ جاناں ہم کو

جس تبسم نے گلستاں پر گرائی بجلی
پھر دکھا دے وہ ادائے گلِ خنداں ہم کو

کاش آویزۂ قندیلِ مدینہ ہو وہ دل
جس کی سوزش نے کیا رشکِ چراغاں ہم کو

عرش جس خوبیٔ رفتار کا پامال ہوا
دو قدم چل کے دکھا سروِ خراماں ہم کو

شمعِ طیبہ سے میں پروانہ رہوں کب تک دور
ہاں جلا دے شررِ آتشِ پنہاں ہم کو

خوف ہے سمع خراشیٔ سگِ طیبہ کا
ورنہ کیا یاد نہیں نالۂ افغاں ہم کو

خاک ہو جائیں درِ پاک پہ حسرت مٹ جائے
یا الٰہی نہ پھرا بے سر و ساماں ہم کو

خار صحرائے مدینہ نہ نکل جائے کہیں
وحشتِ دل نہ پھرا کوہ و بیاباں ہم کو

تنگ آئے ہیں دو عالم تری بیتابی سے
چین لینے دے تپِ سینۂ سوزاں ہم کو

پاؤں غربال ہوئے راہِ مدینہ نہ ملی
اے جنوں اب تو ملے رخصتِ زنداں ہم کو

میرے ہر زخمِ جگر سے یہ نکلتی ہے صدا
اے ملیحِ عربی کر دے نمکداں ہم کو

سیرِ گلشن کو اسیرانِ گلشن سے کیا کام
نہ دے تکلیفِ چمن بلبلِ بستاں ہم کو

جب سے آنکھوں میں سمائی ہے مدینہ کی بہار
نظر آتی ہے خزاں دیدِ گلستاں ہم کو

گر لبِ پاک سے اقرارِ شفاعت ہو جائے
یوں نہ بے چین رکھے جوششِ عصیاں ہم کو

نیرِ حشر نے اک آگ لگا رکھی ہے
تیز ہے دھوپ ملے سایۂ داماں ہم کو

رحم فرمائیے یا شاہ کہ اب تاب نہیں
تا بکے خون رلائے غمِ ہجراں

چاک داماں میں نہ اٹک جائے اے دشتِ جنوں
پرزے کرنا ہے ابھی جیب و گریباں ہم کو

پردہ اس چہرۂ انور سے اٹھا کر اک بار
اپنا آئینہ بنا اے مہِ تاباں ہم کو

اے رضاؔ وصف رخِ پاک سنانے کے لئے
نذر دیتے ہیں چمن مرغِ غزل خواں ہم کو

غزل کہ در بارہ عزم سفر اطہر مدینہ منورہ از مکہ معظمہ بعد حج بمحرم سنہ ۱۲۹۶ھ عرض کردہ شد

حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے کعبے کا کعبہ دیکھو

رکنِ شامی سے مٹی وحشتِ شامِ غربت
اب مدینہ کو چلو صبحِ دل آرا دیکھو

آبِ زمزم تو پیا خوب بجھائیں پیاسیں
آؤ جودِ شہِ کوثر کا بھی دریا دیکھو

زیرِ میزاب ملے خوب کرم کے چھینٹے
ابرِ رحمت کا یہاں زور برسنا دیکھو

دھوم دیکھی ہے درِ کعبہ پہ بیتابوں کی
ان کے مشتاقوں میں حسرت کا تڑپنا دیکھو

مثلِ پروانہ پھرا کرتے تھے جس شمع کے گرد
اپنی شمع کو پروانہ یہاں کا دیکھو

خوب آنکھوں سے لگایا ہے غلافِ کعبہ
قصرِ محبوب کے پردے کا بھی جلوہ دیکھو

دل ملیعوں کا جگر خوف سے پانی پایا
یاں سیہ کاروں کا دامن پہ مچلنا دیکھو

اولیں خانۂ حق کی تو ضیائیں دیکھیں
آخریں بیتِ نبی کا بھی تجلا دیکھو

زینتِ کعبہ میں تھا لاکھ عروسوں کا بناؤ
جلوہ فرما یہاں کونین کا دولہا دیکھو

ایمنِ طور کا تھا رکنِ یمانی میں فروغ / شعلۂ طور یہاں انجمن آرا دیکھو

مہرِ مادر کا مزہ دیتی ہے آغوشِ حطیم / جس پہ ماں باپ فدا یاں کرم انکا دیکھو

عرضِ حاجت میں رہا کعبہ کفیل الحجاج / آؤ اب داد رسیٔ شہِ طیبہ دیکھو

دھو چکا ظلمتِ دل بوسۂ سنگِ اسود / خاکبوسیٔ مدینہ کا بھی رتبہ دیکھو

کر چکی رفعتِ کعبہ پہ نظر پروازیں / ٹوپی اب تھام کے خاکِ درِ والا دیکھو

بے نیازی سے وہاں کانپتی پائی طاعت / جوشِ رحمت پہ یہاں نازِ گنہ کا دیکھو

جمعہ مکہ تھا عید اہلِ عبادت کے لئے / مجرمو آؤ یہاں عیدِ دوشنبہ دیکھو

ملتزم سے تو گلے لگ کے نکالے ارماں / ادب و شوق کا یاں باہم الجھنا دیکھو

خوب مسعیٰ میں با امیدِ صفا دوڑ لئے / رہِ جاناں کی صفا کا بھی تماشا دیکھو

رقصِ بسمل کی بہاریں تو منیٰ میں دیکھیں / دلِ خونابہ فشاں کا بھی تڑپنا دیکھو

غور سے سن تو رضا کعبہ سے آتی ہے صدا
میری آنکھوں سے مرے پیارے کا روضہ دیکھو

پل سے اتارو راہ گزر کو خبر نہ ہو / جبریل پر بچھائیں تو پر کو خبر نہ ہو

کانٹا مرے جگر سے غمِ روزگار کا / یوں کھینچ لیجئے کہ جگر کو خبر نہ ہو

فریاد امتی جو کرے حالِ زار میں / ممکن نہیں کہ خیرِ بشر کو خبر نہ ہو

کہتی تھی یہ براق سے اس کی سبک روی / یوں جائیے کہ گردِ سفر کو خبر نہ ہو

فرماتے ہیں یہ دونوں ہیں سردارِ دو جہاں
اے مرتضیٰ عتیق و عمر کو خبر نہ ہو

ایسا گمادے ان کی ولا میں خدا ہمیں
ڈھونڈھا کرے پر اپنی خبر کو خبر نہ ہو

اول حرم کو روکنے والوں سے چھپکے آج
یوں اٹھ چلیں کہ پہلو و بر کو خبر نہ ہو

طیرِ حرم ہیں یہ کہیں رشتہ بپا نہ ہوں
یوں دیکھیئے کہ تارِ نظر کو خبر نہ ہو

اے خارِ طیبہ دیکھ کہ دامن نہ بھیگ جائے
یوں دل میں آکہ دیدۂ تر کو خبر نہ ہو

اے شوقِ دل یہ سجدہ گر ان کو روا نہیں
اچھا وہ سجدہ کیجئے کہ سر کو خبر نہ ہو

ان کے سوا رضا کوئی حامی نہیں جہاں
گزرا کرے پسر پہ پدر کو خبر نہ ہو

یاالٰہی ہر جگہ تیری عطا کا ساتھ ہو
جب پڑے مشکل شہِ مشکل کشا کا ساتھ ہو

یاالٰہی بھول جاؤں نزع کی تکلیف کو
شادیِ دیدارِ حسنِ مصطفیٰ کا ساتھ ہو

یاالٰہی گورِ تیرہ کی جب آئے سخت رات
ان کے پیارے منہ کی صبحِ جانفزا کا ساتھ ہو

یاالٰہی جب پڑے محشر میں شورِ دار و گیر
امن دینے والے پیارے پیشوا کا ساتھ ہو

یاالٰہی جب زبانیں باہر آئیں پیاس سے
صاحبِ کوثر شہِ جود و عطا کا ساتھ ہو

یاالٰہی سرد مہری پر ہو جب خورشیدِ حشر
سیدِ بے سایہ کے ظلِ لوا کا ساتھ ہو

یاالٰہی گرمیِ محشر سے جب بھڑکیں بدن
دامنِ محبوب کی ٹھنڈی ہوا کا ساتھ ہو

یاالٰہی نامۂ اعمال جب کھلنے لگیں
عیب پوشِ خلق ستارِ خطا کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب بہیں آنکھیں حساب جرم میں
ان تبسم ریز ہونٹوں کی دعا کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب حساب خندۂ بےجا رلائے
چشم گریان شفیع مرتجےٰ کا ساتھ ہو

یا الٰہی رنگ لائیں جب مری بےباکیاں
ان کی نیچی نیچی نظروں کی حیا کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب چلوں تاریک راہِ پلصراط
آفتاب ہاشمی نور الہدیٰ کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب سرِ شمشیر پر چلنا پڑے
ربِّ سلّم کہنے والے غمزدہ کا ساتھ ہو

یا الٰہی جو دعائے نیک میں تجھ سے کروں
قدسیوں کے لب سے آمیں ربنا کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب رضا خوابِ گراں سے سر اٹھائے
دولتِ بیدار عشقِ مصطفےٰ کا ساتھ ہو

کیا ہی ذوقِ افزا شفاعت ہے تمہاری واہ واہ
قرض لیتی ہے گنہ پرہیزگاری واہ واہ

خامۂ قدرت کا حسنِ دستکاری واہ واہ
کیا ہی تصویر اپنے پیارے کی سنواری واہ واہ

اشک شب بھر انتظارِ عفوِ امت میں بہیں
میں فدا اور چاند یوں اختر شماری واہ واہ

انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر
ندیاں پنجابِ رحمت کی ہیں جاری واہ واہ

نور کی خیرات لینے دوڑتے ہیں مہر و ماہ
اٹھتی ہے کس شان سے گردِ سواری واہ واہ

نیم جلوے کی نہ تاب آئے قمر ساں تو سہی
مہر اور ان تلووں کی آئینہ داری واہ واہ

نفس یہ کیا ظلم ہے جب دیکھو تازہ جرم ہے
ناتواں کے سر پر اتنا بوجھ بھاری واہ واہ

مجرموں کو ڈھونڈتی پھرتی ہے رحمت کی نگاہ
طالعِ برگشتہ تیری سازگاری واہ وا

عرض ہوگی ہے شفاعت عفو کی سرکار میں — چھنٹ رہی ہے مجرموں کی فردِ ساری واہ واہ

کیا مدینہ سے صبا آئی کہ پھولوں میں ہے آج — کچھ نئی بو بھینی بھینی پیاری پیاری واہ واہ

خود رہے پردے میں اور آئینہ عکسِ خاص کا — بھیجکر انجانوں سے کی راہ داری واہ واہ

اس طرف روضہ کا نور اس سمت منبر کی بہار — بیچ میں جنت کی پیاری پیاری کیاری واہ واہ

صدقے اس انعام کے قربان اس اکرام کے — ہو رہی ہے دونوں عالم میں تمہاری واہ واہ

پارۂ دل بھی نہ نکلا تم سے تحفے میں رضا
ان سگانِ کو سے اتنی جان پیاری واہ واہ

رونقِ بزمِ جہاں ہیں عاشقانِ سوختہ — کہہ رہی ہے شمع کی گویا زبانِ سوختہ

جس کو قرصِ مہر سمجھا ہے جہاں اے منعمو — ان کے خوانِ جود سے ہے ایک نانِ سوختہ

ماہ میں یہ نیرِ محشر کی گرمی تا بکے! — آتشِ عصیاں میں خود جلتی ہے جانِ سوختہ

برقِ انگشتِ نبی چمکی تھی اس میں ایک بار — آج تک ہے سینۂ مہ میں نشانِ سوختہ

مہرِ عالمتاب جھکتا ہے پئے تسلیم روز — پیشِ ذراتِ مزارِ بیدلانِ سوختہ

کوچۂ گیسوئے جاناں سے چلے ٹھنڈی نسیم — بال و پر افشاں ہوں یا رب بلبلانِ سوختہ

بہرِ حق اے بحرِ رحمت اک نگاہِ لطف بار — تا بکے بے آب تڑپیں ماہیانِ سوختہ

روکشِ خورشیدِ محشر ہو تمہارے فیض سے — ایک شرارِ سینۂ شیدائیانِ سوختہ

آتشِ تر دامنی نے دل کیا گیا کباب — خضر کی جاں ہو جلادو ماہیانِ سوختہ

آتشِ گلہائے طیبہ پر جلانے کے لئے　　جان کے طالب ہیں پیارے بلبلانِ سوختہ

لطفِ برقِ جلوۂ معراج لایا وجد میں　　شعلۂ جوالہ ساں ہے آسمانِ سوختہ

اے رضا مضمونِ سوزِ دل کی رفعت نے کیا

اس زمینِ سوختہ کو آسمانِ سوختہ

سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی　　سب سے بالا و والا ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

اپنے مولیٰ کا پیارا ہمارا نبی　　دونوں عالم کا دولہا ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

بزمِ آخر کا شمعِ فروزاں ہوا　　نورِ اوّل کا جلوہ ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

جسکو شایاں ہے عرشِ خدا پر جلوس　　ہے سلطانِ والا ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

بجھ گئیں جس کے آگے سبھی مشعلیں　　شمع وہ لے کر آیا ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

جن کے تلووں کا دھوون ہے آبِ حیات　　ہے وہ جانِ مسیحا ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

عرش و کرسی کی تھیں آئینہ بندیاں　　سوئے حق جب سدھارا ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

خلق سے اولیا اولیا سے رسل　　اور رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

حسن کھاتا ہے جسکے نمک کی قسم　　وہ ملیحِ دل آرا ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

ذکر سب پھیکے جب تک نہ مذکور ہو　　نمکین حسن والا ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

جس کی دو بوند ہیں کوثر و سلسبیل　　ہے وہ رحمت کا دریا ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

جیسے سب کا خدا ایک ہے ویسے ہی　　ان کا ان کا تمہارا ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

قرنوں بدلی رسولوں کی ہوتی رہی
چاند بدلی کا نکلا ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

کون دیتا ہے دینے کو منہ چاہیئے
دینے والا ہے سچا ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

کیا خبر کتنے تارے کھلے چھپ گئے
پر نہ ڈوبے نہ ڈوبا ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

ملک کونین میں انبیاء تاجدار
تاجداروں کا آقا ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

لامکاں تک اجالا ہے جسکا وہ ہے
ہر مکاں کا اجالا ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

سارے اچھوں سے اچھا سمجھئے جسے!
ہے اس اچھے سے اچھا ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

سارے اونچوں سے اونچا سمجھیئے جسے!
ہے اس اونچے سے اونچا ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

انبیاء سے کروں عرض کیوں مالکو!
کیا نبی ہے تمہارا ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

جس نے ٹکڑے کئے ہیں قمر کے وہ ہے!
نور وحدت کا ٹکڑا ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

سب چمک والے اجلوں میں چمکا کئے
اندھے شیشوں میں چمکا ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

جس نے مردہ دلوں کو دی عمر ابد
ہے وہ جانِ مسیحا ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

غمزدوں کو رضا مژدہ دیجئے کہ ہے
بیکسوں کا سہارا ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

دل کو ان سے خدا جدا نہ کرے
بے کسی لوٹ لے خدا نہ کرے

اس میں روضہ کا سجدہ ہو کہ طواف
ہوش میں جو نہ ہو وہ کیسا نہ کرے

یہ وہی ہیں کہ بخش دیتے ہیں
کون ان جرموں پہ سزا نہ کرے

سب طبیبوں نے دے دیا ہے جواب / آہ عیسیٰ اگر دوا نہ کرے

دل کہاں لے چلا حرم سے مجھے / ارے تیرا برا خدا نہ کرے

عذرِ امید اگر عفو نہ سنیں / روسیاہ اور کیا بہانہ کرے

دل میں روشن ہے شمعِ عشقِ حضور / کاش جوشِ ہوس ہوا نہ کرے

حشر میں ہم بھی سیر دیکھیں گے / منکر آج ان سے التجا نہ کرے

ضعف مانا مگر یہ ظالم دل / ان کے رستے میں تو تھکا نہ کرے

جب تری خو ہے سب کا جی رکھنا / وہی اچھا ہے جو دل برا نہ کرے

دل سے اک ذوقِ مے کا طالب ہوں / کون کہتا ہے اتقا نہ کرے

لے رضا سب چلے مدینے کو
میں نہ جاؤں ارے خدا نہ کرے

مومن وہ ہے جو ان کی عزت پہ مرے دل سے / تعظیم بھی کرتا ہے نجدی تو مرے دل سے

واللہ وہ سن لیں گے فریاد کو پہنچیں گے / اتنا بھی تو ہو کوئی جو فریاد کرے دل سے

بچھڑی ہے گلی کیسی بگڑی ہے بنی کیسی / پوچھو کوئی یہ صدمہ ارمان بھرے دل سے

کیا اس کو گرائے دہر جس پر تو نظر رکھے / خاک اس کو اٹھائے حشر جو تیرے گرے دل سے

بہکا ہے کہاں مجنوں لے ڈالی بنوں کی خاک / دم بھر نہ کیا خیمہ لیلیٰ نے پرے دل سے

سونے کو تپاتے ہیں جب کچھ میل ہو یا کچھ میل / کیا کام جہنم کے دھرے کو کھرے دل سے

آتا ہے دردِ لا یوں ذوقِ خواف آہا | دل جان سے صدقے ہو سر گرد پھرے دل سے

اے ابرِ کرم فریادِ فریادِ جلا ڈالا | اس سوزشِ غم کم ہے ضد میرے مرے دل سے

دریا ہے چڑھا تیرا کتنی ہی اٹرا میں خاک | اتریں گے کہاں مجرم اے عفو ترے دل سے

کیا جانیں یم غم میں دل ڈوب گیا کیسا | کس تہ کر گئے ارمان اب تک نہ ترے دل سے

کرتا تو ہے یادان کی غفلت کو ذرا روکے
بِللہ رضا دل سے ہاں دل سے ارے دل سے

اللہ، اللہ کے نبی سے | فریاد ہے نفس کی بدی سے

دن بھر کھیلوں میں خاک اڑائی | لاج آئی نہ ذروں کی ہنسی آئی

شب بھر سونے ہی سے غرض تھی | تاروں نے ہزار دانت پیسے

ایمان پہ موت بہتر او نفس | تیری ناپاک زندگی سے

او شہد نمائے زہر در جام | گم جاؤں کدھر تری بدی سے

گہرے پیارے پرانے دل سوز | گزرا میں تیری دوستی سے

تجھ سے جو اٹھائے میں نے صدمے | ایسے نہ ملے کبھی کسی سے

اُف رے خود کام بے مروّت | پڑتا ہے کام آدمی سے

تو نے ہی کیا خدا سے نادم | تو نے ہی کیا خجل نبی سے

کیسے آقا کا حکم ٹالا! | ہم مر مٹے تیری خودسری سے

آتی نہ تھی جب بدی بھی تجھ کو | ہم جانتے ہیں تجھے جبھی سے
حد کے ظالم ستم کے کتڑ | پتھر شرمائیں تیرے جی سے
ہم خاک میں مل چکے کب کے | نکلا نہ غبار تیرے جی سے
ہے ظالم میں بنا ہوں تجھ سے | اللہ بچائے اس گھڑی سے
جو تم کو نہ جانتا ہو حضرت | چالیں چلیے اس اجنبی سے
اللہ کے سامنے وہ گن تھے | یاروں میں کیسے متقی سے
رہزن نے لوٹ لی کمائی | فریاد ہے خضر ہاشمی سے
اللہ اکتو میں میں خود گرا ہوں | اپنی نالش کروں تجھی سے

ہیں پشت پناہ غوث اعظم
کیوں ڈرتے ہو تم رضا کسی سے

شجرہ علیہ حضرات عالیہ قادریہ برکاتیہ رضوان اللہ تعالے

علیہم اجمعین الی یوم الدین

یا الٰہی رحم فرما مصطفےٰ کے واسطے | یا رسول اللہ کرم کیجے خدا کے واسطے
مشکلیں حل کر شہ مشکل کشا کے واسطے | کربلائیں رد شہید کربلا کے واسطے
سید سجاد کے صدقے میں ساجد رکھ مجھے | علم حق دے باقر علم ہدیٰ کے واسطے

صدق صادق کا تصدق صادق الاسلام کر | بے غضب راضی ہو کاظم اور رضا کے واسطے

بہر معروف و سری معروف دے بیخود سری | جند حق میں گن جنید باصفا کے واسطے

بہر شبلی شیر حق دنیا کے کتوں سے بچا | ایک کا رکھ عبد واحد بے ریا کے واسطے

بوالفرح کا صدقہ کر غم کو فرح دے حسن و سعد | بوالحسن اور بوسعید سعد زا کے واسطے

قادری کر قادری رکھ قادریوں میں اٹھا | قدر عبد القادر قدرت نما کے واسطے

احسن اللہ لہ رزقا سے دے رزق حسن | بندہ رزاق تاج الاصفیا کے واسطے

نصرابی صالح کا صدقہ صالح و منصور رکھ | دے حیات دیں محی جاں فزا کے واسطے

طور عرفان و علو و حمد و حسنے و بہا | دے علی موسیٰ حسن احمد بہا کے واسطے

بہر ابراہیم مجھ پہ نار غم گلزار کر | بھیک دے داتا بھکاری بادشا کے واسطے

خانۂ دل کو ضیا دے روئے ایماں کو جمال | شہ ضیا مولیٰ جمال الاولیا کے واسطے

دے محمد کے لیے روزی کر احمد کے لیے | خوان فضل اللہ سے حصہ گدا کے واسطے

دین و دنیا کے مجھے برکات دے برکات سے | عشق حق دے عشقی عشق انتما کے واسطے

۱؎ یعنی مرتبہ معرفت کا اور بلندی اور خوبی اور بہتری اور لوز عطا کر ان مشائخ کرام کے واسطے اسی طرح دعا ہے
نام پاک حضرت سید علی ہے اور علو و عرفاں بمناسبت نام پاک حضرت سید موسیٰ اور حسنیٰ بمناسبت نام پاک
حضرت سیدی حسن اور احمد بمناسبت سیدی احمد اور بہا بمناسبت نام پاک حضرت سیدی بہاء الملۃ والدین
قدرت اسرار ہم عشقی حضرت سیدنا شاہ برکت اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تخلص ہے اور انتما یعنی انتساب یعنی نسبت
عشق رکھنے والے کے عرس شریف تاریخ ۱۰۔۱۷ ماہ ذی الحجۃ الحرام ہر سال محلہ سوداگران میں ہوا کرتا ہے۔

حب اہل بیت دے آل محمد کے لئے / کر شہید عشق حمزہ پیشوا کے واسطے

دل کو اچھا تن کو ستھرا جان کو پُر نور کر / اچھے پیارے شمس دیں بدر العلیٰ کے واسطے

دو جہاں میں خادم آل رسول اللہ کر / حضرت آل رسول مقتدا کے واسطے

صدقہ ان اعیان کا دے چھ عین عز علم و عمل / عفو و عرفاں عافیت احمد رضا کے واسطے

عرش حق ہے مسند رفعت رسول اللہ کی / دیکھنی ہے حشر میں عزت رسول اللہ کی

قبر میں لہرائیں گے تا حشر چشمے نور کے / جلوہ فرما ہوگی جب طلعت رسول اللہ کی

کافروں پہ تیغ والا سے گری برق غضب / ابر آسا چھا گئی ہیبت رسول اللہ کی

لا و رب العرش جس کو جو ملا ان سے ملا / بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی

وہ جہنم میں گیا جو ان سے مستغنی ہوا / ہے خلیل اللہ کو حاجت رسول اللہ کی

سورج الٹے پاؤں پلٹے چاند اشارے سے ہو چاک / اندھے نجدی دیکھ لے قدرت رسول اللہ کی

تجھ سے اور جنت سے کیا مطلب وہابی دور ہو / ہم رسول اللہ کے جنت رسول اللہ کی

ذکر روکے فضل کاٹے نقص کا جویاں رہے / پھر کہے مردک کہ ہوں امت رسول اللہ کی

نجدی اس نے تجھ کو مہلت دی کہ اس عالم میں ہے / کافر و مرتد پہ بھی رحمت رسول اللہ کی

ہم بھکاری وہ کریم ان کا خدا ان سے فزوں / اور نہ کہنا یہ نہیں عادت رسول اللہ کی

اہل سنت کا ہے بیڑا پار اصحاب حضور / نجم ہیں اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ کی

[illegible] میں آرام سے سونا ملا / جان کی اکسیر ہے الفت رسول اللہ کی

ٹوٹ جائیں گے گنہگاروں کے فوراً قید و بند / حشر کو کھل جائے گی طاقت رسول اللہ کی

یا رب اک ساعت میں دھل جائیں سیہ کاروں کے جرم / جوش میں آ جائے اب رحمت رسول اللہ کی

ہے گلِ باغِ قدس رخسارِ زیبائے حضورؐ — سروِ گلزارِ قدم قامت رسول اللہ کی

اے رضاؔ خود صاحبِ قرآں ہے مدّاحِ حضورؐ
تجھ سے کب ممکن ہے پھر مدحت رسول اللہؐ کی

قافلے نے سوئے طیبہ کمر آرائی کی — مشکل آسان الٰہی مری تنہائی کی
لاج رکھ لی طمعِ عفو کے رسوائی کی — اے میں قرباں مرے آقا بڑی آقائی کی
فرش تا عرش سب آئینہ ضمائر حاضر — بس قسم کھائیے امی تری دانائی کی
شش جہت سمتِ مقابل شب و روز ایک ہی حال — دھوم والنجم میں ہے آپ کی بینائی کی
پانسو سال کی راہ ایسی ہے جیسے دو گام — آس ہم کو بھی لگی ہے تری شنوائی کی
چاند اشارے کا ہلا حکم کا باندھا سورج — واہ کیا بات شہا تیری توانائی کی

تنگ ٹھہری ہے رضاؔ جس کیلئے وسعتِ عرش
بس جگہ دل میں ہے اس جلوۂ ہرجائی کی

پیشِ حق مژدہ شفاعت کا سناتے جائینگے — آپ روتے جائیں گے ہم ہنساتے جائینگے
دل نکل جانے کی جا ہے آہ کن آنکھوں سے وہ — ہم سے پیاسوں کے لئے دریا بہاتے جائینگے
تشنگانِ گرمیِ محشر کو وہ جانِ مسیح — آج دامن کی ہوا دیکر جلاتے جائینگے
گل کھلے گا آج یہ ان کی نسیمِ فیض سے — خون روتے آئیں گے ہم مسکراتے جائینگے

ہاں چلو حسرت زدو سنتے ہیں وہ دن آج ہے
تھی خبر جس کی کہ وہ جلوہ دکھاتے جائینگے

آج عید عاشقاں ہے گر خدا چاہے کہ وہ
ابروئے پیوستہ کا عالم دکھاتے جائینگے

کچھ خبر بھی ہے فقیرو آج وہ دن ہے کہ وہ
نعمتِ خلد اپنے صدقے میں لٹاتے جائینگے

خاک افتادو بس ان کے آنے ہی کی دیر ہے
خود وہ گر کر سجدہ میں تم کو اٹھاتے جائینگے

وسعتیں دی ہیں خدا نے دامنِ محبوب کو
جرم کھلتے جائیں گے اور وہ چھپاتے جائینگے

لو وہ آئے مسکراتے ہم اسیروں کی طرف
خرمنِ عصیاں پہ اب بجلی گراتے جائینگے

آنکھ کھولو غمزدو دیکھو وہ گریاں آئے ہیں
لوحِ دل سے نقشِ غم کو اب مٹاتے جائینگے

سوختہ جانوں پہ وہ پر جوشِ رحمت آئے ہیں
آبِ کوثر سے لگی دل کی بجھاتے جائینگے

آفتاب ان کا ہی چمکے گا جب اوروں کے چراغ
صرصرِ جوشِ بلا سے جھلملاتے جائیں گے

پائے کوباں پل سے گزریں گے تری آواز پر
ربِّ سلّم کی صدا پر وجد لاتے جائینگے

سرورِ دیں لیجئے اپنے ناتوانوں کی خبر
نفس و شیطاں سیدا کب تک دباتے جائینگے

حشر تک ڈالیں گے ہم پیدائشِ مولیٰ کی دھوم
مثلِ فارس نجد سے قلعے گراتے جائینگے

خاک ہو جائیں عدو جل کر مگر ہم تو رضاؔ
دم میں جب تک دم ہے ذکر انکا سناتے جائینگے

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
مرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے

برستا نہیں دیکھ کر ابرِ رحمت
بدوں پر بھی برسا دے برسانے والے

دینے کے خطے خدا تجھ کو رکھے
غریبوں فقیروں کو ٹھہرانے والے

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
مرے چشم عالم سے چھپ جانے والے

میں مجرم ہوں آقا مجھے ساتھ لے لو
کہ رستے میں ہیں جا بجا تھانے والے

حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا!
ارے سر کا موقع ہے او جانے والے

چل اٹھ جبہ فرسا ہو ساقی کے در پہ
درِ جود اے میرے مستانے والے

ترا کھائیں تیرے غلاموں سے الجھیں
ہیں منکر عجب کھانے غرانے والے

رہے گا یونہی ان کا چرچا رہے گا
پڑے خاک ہو جائیں جل جانے والے

اب آئی شفاعت کی ساعت اب آئی
ذرا چین لے میرے گھبرانے والے

رضاؔ نفس دشمن ہے دم میں نہ آنا
کہاں تم نے دیکھے ہیں چندرانے والے

آنکھیں رو رو کے سوجانے والے
جانے والے نہیں آنے والے

کون دن ہے یہ سہرا ادھڑا ہے
ارے او چھاؤنی چھانے والے

ذبح ہوتے ہیں وطن سے بچھڑے
دیس کیوں گاتے ہیں گانے والے

ارے بدفال بری ہوتی ہے
دیس کا جنگلا سنانے والے

سن لیں اعداء میں بگڑنے کا نہیں
وہ سلامت ہیں بنانے والے

آنکھیں کچھ کہتی ہیں تم سے پیغام
او درِ یار کے جانے والے

پھر نہ کروٹ لی مدینے کی طرف — ارے چل جھوٹے بہانے والے

نفس میں خاک ہوا تو نہ مٹا — ہے مری جان کے کھانے والے

جیتے کیا دیکھ کے ہیں اے حورو — طیبہ سے خلد میں آنے والے

نیم جلوے میں دو عالم گلزار! — واہ وا رنگ جمانے والے

حسن تیرا سا نہ دیکھا نہ سنا — کہتے ہیں اگلے زمانے والے

وہی دھوم ان کی ہے ماشاء اللہ — مٹ گئے آپ مٹانے والے

لب سیراب کا صدقہ پانی — اے لگی دل کی بجھانے والے

ساتھ لے لو مجھے میں مجرم ہوں — راہ میں پڑتے ہیں تھانے والے

ہو گیا دھک سے کلیجا میرا — ہائے رخصت کی سنانے والے

خلق تو کیا ہیں کہ خالق کو عزیز — کچھ عجب بھاتے ہیں بھانے والے

کشتۂ دشت حرم جنت کی — کھڑکیاں اپنے سرہانے والے

کیوں رضاؔ آج گلی سونی ہے
اٹھ مرے دھوم مچانے والے

کیا مہکتے ہیں مہکنے والے — بو پہ چلتے ہیں بھٹکنے والے

جگمگا اٹھی مری گور کی خاک — تیرے قربان چمکنے والے

مہ بے داغ کے صدقے جاؤں — یوں دمکتے ہیں دمکنے والے

رشِ مہک پھیلی ہے تابِ عارض — کیا جھلکتے ہیں جھلکنے والے

بلبلِ طیبہ کی ثنا گاتے ہیں — نخلِ طوبیٰ پہ چہکنے والے

عاصیو تھام لو دامن ان کا — وہ نہیں ہاتھ جھٹکنے والے

ابرِ رحمت کے سلامی رہنا — پھلتے ہیں پودے لچکنے والے

ارے یہ جلوہ گہِ جاناں ہے — کچھ ادب بھی ہے پھڑکنے والے

سنیو ان سے مدد مانگے جاؤ — پڑے بکتے رہیں بکنے والے

شمعِ یادِ رخِ جاناں نہ بجھے — خاک ہو جائیں بھڑکنے والے

موت کہتی ہے کہ جلوہ ہے قریب — اک ذرا سو لیں بلکنے والے

کوئی ان تیز روؤں سے کہہ دو — کس کے ہو کر رہیں تھکنے والے

دل سلگتا ہی بھلا ہے اے ضبط — بجھ بھی جاتے ہیں دہکنے والے

ہم بھی کمھلانے سے غافل تھے کبھی — کیا ہنسا غنچے چٹکنے والے

نخل سے چھٹ کے یہ کیا حال ہوا — آہ او پتے کھٹکنے والے

جب گرے منہ سوئے مے خانہ تھا — ہوش میں ہیں یہ بہکنے والے

دیکھ او زخمِ دل آپے کو سنبھال — پھوٹ بہتے ہیں تپکنے والے

ہے کہاں اور کہاں ہیں زاہد — یوں بھی تو چکھتے ہیں چکھنے والے

کھنہ دریائے کرم میں ہیں رضا
پانچ فوارے چھلکنے والے

راہ پر خار ہے کیا ہونا ہے
پاؤں افگار ہے کیا ہونا ہے

خشک ہے خون کہ دشمن ظالم
سخت خونخوار ہے، کیا ہونا ہے

ہم کو بد کر وہی کرنا جس سے
دوست بیزار ہے کیا ہونا ہے

تن کی اب کون خبر لے ہے ہے
دل کا آزار ہے کیا ہونا ہے

میٹھے شربت دے مسیحا جب بھی
ضد ہے انکار ہے کیا ہونا ہے

دل کہ تیمار ہمارا کرتا
آپ بیمار ہے کیا ہونا ہے

پر کٹے تنگ قفس اور بلبل
نو گرفتار ہے کیا ہونا ہے

چھپ کے لوگوں سے کیے جس کے گناہ
وہ خبردار ہے، کیا ہونا ہے

ارے او مجرم بے پروا دیکھ
سر پہ تلوار ہے، کیا ہونا ہے

تیرے بیمار کو میرے عیسےٰ
غش لگاتار ہے، کیا ہونا ہے

نفس پر زور کا وہ زور اور دل
زیر ہے زار ہے، کیا ہونا ہے

کام زنداں کے کیے اور ہمیں
شوق گلزار ہے، کیا ہونا ہے

ہائے رے نیند مسافر تیری
کوچ تیار ہے، کیا ہونا ہے

دور جانا ہے رہا دن تھوڑا
راہ دشوار ہے، کیا ہونا ہے

گھر بھی جانا ہے مسافر کہ نہیں
مت پہ کیا مار ہے، کیا ہونا ہے

جان ہلکان ہوئی جاتی ہے
بار سا بار ہے، کیا ہونا ہے

پار جانا ہے نہیں ملتی ناؤ
زور پر دھار ہے کیا ہونا ہے

راہ تو تیغ پہ ، اور تلووں کو — گدگدانا ہے ، کیا ہونا ہے

روشنی کی ہمیں عادت اور گھر — تیرہ و تار ہے ، کیا ہونا ہے

بیچ میں آگ کا دریا حائل — قصد اس پار ہے ، کیا ہونا ہے

اس کڑی دھوپ کو کیونکر جھیلیں — شعلہ زن نار ہے ، کیا ہونا ہے!

ہائے بگڑی تو کہاں آ کر ناؤ — عین منجدھار ہے ، کیا ہونا ہے

کل تو دیدار کا دن اور یہاں — آنکھ بیکار ہے ، کیا ہونا ہے

منہ دکھانے کا نہیں اور سحر — نام دیدار ہے ، کیا ہونا ہے

ان کو رحم آئے تو آئے ورنہ — وہ کڑی مار ہے ، کیا ہونا ہے

لے وہ حاکم کے سپاہی آئے — صبح اظہار ہے ، کیا ہونا ہے

واں نہیں بات بنانے کی مجال — چارہ اقرار ہے ، کیا ہونا ہے

آج ہی دید ہے آؤ مل لیں — رنج بے کار ہے کیا ہونا ہے

دل ہمیں تم سے لگانا ہی نہ تھا — اب سفر بار ہے کیا ہونا ہے

جلنے والوں پہ یہ رونا کیسا — بندہ ناچار ہے ، کیا ہونا ہے

ساتھ والوں نے یہیں چھوڑ دیا — بے کسی یار ہے ، کیا ہونا ہے

نزع میں دھیان نہ بٹ جائے کہیں — یہ عبث پیار ہے ، کیا ہونا ہے

اس کا غم ہے کہ ہر اک کی صورت — گلے کا ہار ہے ، کیا ہونا ہے

باتیں کچھ اور بھی تم سے کرتے — پر کہاں وار ہے کیا ہونا ہے

کیوں رضا کڑھتے ہو ہنستے اٹھو
جب وہ غفار ہے، کیا ہونا ہے

کس کے جلوہ کی جھلک ہے یہ اجالا کیسا ہے
ہر طرف دیدۂ حیرت زدہ تکتا کیا ہے

مانگ من مانتی منہ مانگی مرادیں لے گا
نہ یہاں نا ہے، نہ منگتا سے یہ کہنا کیا ہے

پند کڑوی لگے ناصح سے ترش ہو اے نفس
زہر عصیاں میں ستمگر تجھے میٹھا کیا ہے

ہم ہیں ان کے وہ ہیں تیرے تو ہوئے ہم تیرے
اس سے بڑھ کر تری سمت اور وسیلہ کیا ہے

ان کی امت میں بنایا، انہیں رحمت بھیجا
یوں نہ فرما کہ ترا رحم میں دعویٰ کیا ہے

صدقہ پیارے کی حیا کا کہ نہ لے مجھ سے حساب
بخش بے پوچھے لجائے کو لجانا کیا ہے

زاہد ان کا میں گنہگار وہ میرے شافع
اتنی نسبت مجھے کیا کم ہے تو سمجھا کیا ہے

بے بسی ہو جو مجھے پرسش اعمال کے وقت ق
دوستو کیا کہوں اس وقت تمنا کیا ہے

کاش فریاد مری سن کے یہ فرمائیں حضور
ہاں کوئی دیکھو یہ کیا شور ہے غوغا کیا ہے

کون آفت زدہ ہے کس پہ بلا ٹوٹی ہے
کس مصیبت میں گرفتار ہے صدمہ کیا ہے

کس سے کہتا ہے کہ نہ خبر لیجئے میری
کیوں ہے بیتاب یہ بے چینی کا رونا کیا ہے

اس کی بے چینی سے ہے خاطر اقدس پہ ملال
بے کسی کیسی ہے پوچھو کوئی گزرا کیا ہے

یوں ملائک کریں معروض کہ اک مجرم ہے
اس سے پرسش ہے بتا تو نے کیا کیا ہے

سامنا قہر کا ہے دفتر اعمال ہیں پیش
ڈر رہا ہے کہ خدا حکم سناتا کیا ہے

پ سے کرتا ہے فریاد کہ یا شاہ رسل ‌ ‌ ‌ بندہ بے کس ہے شہا رحم میں وقفہ کیا ہے

ب کوئی دم میں گرفتار بلا ہوتا ہوں ‌ ‌ ‌ آپ آجائیں تو کیا خوف ہے کھٹکا کیا ہے

سن کے یہ عرض مری بحر کرم جوش میں آئے ‌ ‌ ‌ یوں ملائک کو ہو ارشاد ٹھہرنا کیا ہے

کس کو تم مورد الزام کیا چاہتے ہو ‌ ‌ ‌ ہم بھی تو آکے ذرا دیکھیں تماشا کیا ہے

ان کی آواز پہ کر اٹھوں میں بے ساختہ شور ‌ ‌ ‌ اور تڑپ کر یہ کہوں اب مجھے پروا کیا ہے

لو وہ آیا مرا حامی مرا غمخوار امم ‌ ‌ ‌ آگئی جاں تن بے جاں میں یہ آنا کیا ہے

پھر مجھے دامن اقدس میں چھپالیں سرور ‌ ‌ ‌ اور فرمائیں ہٹو اس پہ تقاضا کیا ہے

بندہ آزاد شدہ ہے یہ ہمارے در کا ‌ ‌ ‌ کیسا لیتے ہو حساب اس پہ تمہارا کیا ہے

چھوڑ کر مجھ کو فرشتے کہیں محکوم ہیں ہم ‌ ‌ ‌ حکم والا کی نہ تعمیل ہو زہرہ کیا ہے

یہ سماں دیکھ کے محشر میں اٹھے شور کہ واہ ‌ ‌ ‌ چشم بد دور ہو کیا شان ہے رتبہ کیا ہے

صدقہ اس رحم کے اس سایۂ دامن پہ نثار ‌ ‌ ‌ اپنے بندے کو مصیبت سے بچایا کیا ہے

اے رضا جان عنادل ترے نغموں کے نثار

بلبل باغ مدینہ ترا کہنا کیا ہے

سرور کہوں کہ مالک و مولیٰ کہوں تجھے ‌ ‌ ‌ باغ خلیل کا گل زیبا کہوں تجھے

حرماں نصیب ہوں تجھے امید گہ کہوں ‌ ‌ ‌ جان مراد و کان تمنا کہوں تجھے

گلزار قدس کا گل رنگیں ادا کہوں ‌ ‌ ‌ درمان درد بلبل شیدا کہوں تجھے

صبحِ وطن پہ شامِ غریباں کو دوں شرف — بے کس نواز گیسوؤں والا کہوں تجھے
اللہ رے تیرے جسمِ منور کی تابشیں — اے جانِ جاں میں جانِ تجلا کہوں تجھے
بے داغ لالہ یا قمرِ بے کلف کہوں — بے خار گلبنِ چمن آرا کہوں تجھے
مجرم ہوں اپنے عفو کا ساماں کروں شہا — یعنی شفیعِ روزِ جزا کا کہوں تجھے
اس مردہ دل کو مژدہ حیاتِ ابد کا دوں — تاب و توانِ جانِ مسیحا کہوں تجھے
تیرے تو وصف عیبِ تناہی سے ہیں بری — حیراں ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے
کہہ لے گی سب کچھ ان کے ثنا خواں کی خامشی — چپ ہو رہا ہے کہہ کے میں کیا کیا کہوں تجھے

لیکن رضاؔ نے ختمِ سخن اس پہ کر دیا!
خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

مژدہ باد اے عاصیو شافع شہِ ابرار ہے — تہنیت اے مجرمو ذاتِ خدا غفار ہے
عرش سا فرش زمیں ہے فرش پا عرش بریں — کیا نرالی طرز کی نامِ خدا رفتار ہے
چاند شق ہو پیڑ بولیں جانور سجدے کریں — بارک اللہ مرجعِ عالم یہی سرکار ہے
جن کو سوئے آسماں پھیلا کے جل تھل بھر دیے — صدقہ ان ہاتھوں کا پیارے ہم کو بھی درکار ہے
لب زلالِ چشمہ کن میں گندھے وقتِ خمیر — مُردے زندہ کرنا اے جاں تم کو کیا دشوار ہے
گورے گورے پاؤں چمکا دو خدا کے واسطے — نور کا تڑکا ہو پیارے گور کی شب تار ہے
تیرے ہی دامن پہ ہر عاصی کی پڑتی ہے نظر — ایک جانِ بے خطا پر دو جہاں کا بار ہے

جوشِ طوفاں بحرِ بے پایاں ہُوا ناسازگار — نوح کے مولیٰ کرم کر دے تو بیڑا پار ہے

رحمۃ للعالمین تیری دہائی دب گیا — اب تو مولیٰ بے طرح سر پر گناہ کا بار ہے

حیرتیں ہیں آئینہ دارِ وفورِ وصفِ گل! — ان کے بلبل کی خموشی بھی لبِ اظہار ہے

گونج گونج اٹھے ہیں نغماتِ رضا سے بوستاں
کیوں نہ ہو کس پھول کی مدحت میں وا منقار ہے

عرش کی عقل دنگ ہے چرخ میں آسمان ہے — جانِ مراد اب کدھر ہائے ترا مکان ہے

بزمِ ثنائے زلف میں میری عروسِ فکر کو — ساری بہارِ ہشت خلد چھوٹا سا عطردان ہے

عرش پہ جا کے مرغِ عقل تھک کے گرا غش آ گیا — اور ابھی منزلوں پرے پہلا ہی آستان ہے

عرش پہ تازہ چھیڑ چھاڑ فرش پہ طرفہ دھوم دھام — کان جدھر لگائیے تیری ہی داستان ہے

اک ترے رخ کی روشنی چین ہے دو جہان کی — انس کا انس اسی سے ہے جان کی وہ ہی جان ہے

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو — جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

گود میں عالمِ شباب حالِ شباب کچھ نہ پوچھ — گلبنِ باغِ نور کی اور ہی کچھ اٹھان ہے

تجھ سا سیاہ کار کون ان سا شفیع ہے کہاں — پھر وہ تجھی کو بھول جائیں دل یہ ترا گمان ہے

پیشِ نظر وہ نو بہار سجدے کو دل ہے بیقرار — روکیے سر کو روکیے ہاں یہی امتحان ہے

شانِ خدا نہ ساتھ دے ان کے خرام کا وہ باز — سدرہ سے تا زمیں جسے نرم سی اک اڑان ہے

بارِ جلال اٹھا لیا گرچہ کلیجہ شق ہوا — یوں تو یہ ماہِ سبزہ رنگ نظروں میں دھان پان ہے

خوف نہ رکھ رضا ذرا تو تو ہے عبد مصطفےٰ
تیرے لئے امان ہے تیرے لئے امان ہے

اٹھا دو پردہ دکھا دو چہرہ کہ نور باری حجاب میں ہے
زمانہ تاریک ہو رہا ہے کہ مہر کب سے نقاب میں ہے

نہیں وہ میٹھی نگاہ والا خدا کی رحمت ہے جلوہ فرما
غضب سے ان کے خدا بچائے جلال باری عتاب میں ہے

جلی جلی بو سے اس کی پیدا ہے سوزش عشق چشم والا
کباب آہو میں بھی نہ پایا مزہ جو دل کے کباب میں ہے

انہیں کی بو مایۂ سمن ہے انہیں کا جلوہ چمن چمن ہے
انہیں سے گلشن مہک رہے ہیں انہیں کی رنگت گلاب میں ہے

تری جلو میں ہے ماہ طیبہ ہلال ہر مرگ و زندگی کا
حیات جاں کا رکاب میں ہے ممات اعدا کا ڈاب میں ہے

سیاہ لباسان دار دنیا و سبز پوشان عرش اعلےٰ
ہر اک ہے ان کے کرم کا پیاسا یہ فیض ان کی جناب میں ہے

وہ گل ہیں لب ہائے نازک ان کے ہزاروں جھڑتے ہیں پھول جن سے
گلاب گلشن میں دیکھے بلبل یہ دیکھ گلشن گلاب میں ہے

جلی ہے سوزِ جگر سے جاں تک ہے طالبِ جلوۂ مبارک
دکھا دو وہ لب کہ آبِ حیواں کا لطف جن کے خطاب میں ہے

کھڑے ہیں منکر نکیر سر پہ نہ کوئی حامی نہ کوئی یاور
بتا دو آکر مرے پیمبر کہ سخت مشکل جواب میں ہے

خدائے قہار ہے غضب پر کھلے ہیں بد کاریوں کے دفتر
بچا لو آکر شفیعِ محشر تمہارا بندہ عذاب میں ہے

کریم ایسا ملا کہ جس کے کھلے ہیں ہاتھ اور بھرے خزانے
بتاؤ اے مفلسو کہ پھر کیوں تمہارا دل اضطراب میں ہے

گناہ کی تاریکیاں یہ چھائیں امنڈ کے کالی گھٹائیں آئیں !
خدا کے خورشیدِ مہر فرما کہ ذرہ بس اضطراب میں ہے

کریم اپنے کرم کا صدقہ لئیم بے قدر کو نہ شرما
تو اور رضا سے حساب لینا رضا بھی کوئی حساب میں ہے

اندھیری رات ہے غم کی گھٹا عصیاں کی کالی ہے
دلِ بیکس کا اس آفت میں آقا تو ہی والی ہے

نہ ہو مایوس آتی ہے صدا گورِ غریباں سے
نبی امت کا حامی ہے خدا بندوں کا والی ہے

اترتے چاند ڈھلتی چاندنی جو ہو سکے کر لے
اندھیرا پاکھ آتا ہے یہ دو دن کی اجالی ہے

ارے یہ بھیڑیوں کا بن ہے اور شام آگئی سر پر
کہاں سویا مسافر ہائے کتنا لاابالی ہے

اندھیرا گھر اکیلی جان دم گھٹتا دل اکتاتا
خدا کو یاد کر پیارے وہ ساعت آنیوالی ہے

زمیں تپتی کٹیلی راہ بھاری بوجھ گھائل پاؤں
مصیبت جھیلنے والے ترا اللہ والی ہے

نہ چونکا دن ہے ڈھلنے پر تری منزل ہوئی کھوٹی
ارے او جانیوالے نیند یہ کب کی نکالی ہے

رضا منزل تو جیسی ہے وہ اک میں کیا سبھی کو ہے
تم اس کو روتے ہو یہ تو کہو یاں ہاتھ خالی ہے

گنہگاروں کو ہاتف سے نوید خوش مآلی ہے
مبارک ہو شفاعت کے لئے احمد سا والی ہے

قضا حق ہے مگر اس شوق کا اللہ والی ہے
جو ان کی راہ میں جائے وہ جان اللہ والی ہے

ترا قد مبارک گلبن رحمت کی ڈالی ہے
اسے بو کر ترے رب نے بنا رحمت کی ڈالی ہے

تمہاری شرم سے شان جلال حق ٹپکتی ہے
خم گردن ہلال آسمان ذوالجلالی ہے

زہے خود گم جو گم ہونے پہ یہ ڈھونڈے کہ کیا پایا
ارے جب تک کہ پانا ہے جبھی تک ہاتھ خالی ہے

میں اک محتاج بے وقعت گدا تیرے سگ در کا
تری سرکار والا ہے ترا دربار عالی ہے

تری بخشش پسندی عذر جوئی توبہ خواہی سے
عموم بے گناہی جرم شان لاابالی ہے

ابوبکر و عمر عثمان و حیدر جس کے بلبل ہیں
ترا سرو سہی اس گلبن خوبی کی ڈالی ہے

رضا قسمت ہی کھل جائے جو گیلاں سے خطاب آئے
کہ تو ادنیٰ سگ درگاہ خدام معالی ہے

سن جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے
سونے والو جاگتے رہیو چوروں کی رکھوالی ہے

آنکھ سے کاجل صاف چرالیں یاں وہ چور بلا کے ہیں
تیری گٹھری تاک ہے اور تو نے نیند نکالی ہے

یہ جو تجھ کو بلاتا ہے یہ ٹھگ ہے مار ہی رکھے گا
ہائے مسافر دم میں نہ آنا مت کیسی متوالی ہے

سونا پاس ہے سونا بن ہے سونا زہر ہے اٹھ چلیے
تو کہتا ہے میٹھی نیند ہے تیری مت ہی نرالی ہے

آنکھیں ملنا جھنجھلا پڑنا لاکھوں جماہی انگڑائی
نام پر اٹھنے کے لڑتا ہے اٹھنا بھی کچھ گالی ہے

جگنو چمکے پتا کھڑکے مجھ تنہا کا دل دھڑکے
ڈر سمجھائے کوئی پون ہے یا اگیا بیتالی ہے

بادل گرجے بجلی تڑپے دھک سے کلیجہ ہو جائے
بن میں گھٹا کی بھیانک صورت کیسی کالی کالی ہے

پاؤں اٹھا اور ٹھوکر کھائی کچھ سنبھلا پھر اوندھے منہ
مینہ نے پھسلن کر دی ہے اور دھر تک کھائی نالی ہے

ساتھی ساتھی کہہ کر پکاروں ساتھی ہو تو جواب آئے
پھر جھنجھلا کر سر دے ٹپکوں چل رے مولیٰ والی ہے

پھر پھر کر ہر جانب دیکھوں کوئی آس نہ پاس کہیں
ہاں اک ٹوٹی آس نے ہارے جی سے رفاقت پالی ہے

تم تو چاند عرب کے ہو پیارے تم تو عجم کے سورج ہو
دیکھو مجھ بیکس پر شب نے کیسی آفت ڈالی ہے

دنیا کو تو کیا جانے یہ بس کی گانٹھ ہے حرافہ
صورت دیکھو ظالم کی تو کیسی بھولی بھالی ہے

شہد دکھائے زہر پلائے قاتل ڈائن شوہر کش
اس مردار پہ کیا للچایا دنیا دیکھی بھالی ہے

وہ تو نہایت سستا سودا بیچ رہے ہیں جنت کا
ہم مفلس کیا مول چکائیں اپنا ہاتھ ہی خالی ہے

مولیٰ تیرے عفو و کرم ہوں میرے گواہ صفائی کے
ورنہ رضاؔ سے چور پہ تیری ڈگری تو اقبالی ہے

——— ⁂ ———

نبی سرورِ ہر رسول و ولی ہے — نبی رازدارِ مع اللہ لی ہے

وہ نامی کہ نامِ خدا نام تیرا — رؤف و رحیم و علیم و علی ہے

ہے بیتاب جسکے لئے عرش اعظم — وہ اس رہروِ لامکاں کی گلی ہے

نکیریں کرتے ہیں تعظیم میری — فدا ہو کے تجھ پر یہ عزت ملی ہے

تلاطم ہے کشتی پہ طوفانِ غم کا — یہ کیسی ہوائے مخالف چلی ہے

نہ کیوں کر کہوں یا حبیبی أغثنی[1] — اسی نام سے ہر مصیبت ٹلی ہے

صبا ہے مجھے صرصرِ دشت طیبہ — اسی سے کلی میرے دل کی کھلی ہے

ترے چاروں ہمدم ہیں یکجان یکدل — ابوبکر و فاروق و عثمان علی ہے (رضی اللہ عنہم)

خدا نے کیا تجھکو آگاہ سب سے — دو عالم میں جو کچھ خفی و جلی ہے

کروں عرض کیا تجھ سے اے عالم السر — کہ تجھ پر مری حالتِ دل کھلی ہے

تمنا ہے فرمایئے روزِ محشر — یہ تیری رہائی کی چِٹھی ملی ہے

جو مقصد زیارت کا بر آئے پھر تو — نہ کچھ قصد کیجے یہ قصدِ دلی ہے

ترے در کا درباں ہے جبریلِ اعظم (علیہ السلام) — ترا مدح خواں ہر نبی و ولی ہے

شفاعت کرے حشر میں جو رضاؔ کی
سوا تیرے کس کو یہ قدرت ملی ہے

---

[1] ترجمہ :- اے میرے پیارے میری فریاد کو پہنچو۔ ۱۲

نہ عرشِ ایمن نہ اِنّی ذاھِبٌ[1] میں میہمانی ہے
نہ لطفِ اُدْنُ یا احمد[2] نصیبِ لَن ترانی[3] ہے

نصیبِ دوستاں گر انکے در پر موت آنی ہے
خدا یوں ہی کرے پھر تو ہمیشہ زندگانی ہے

اسی در پر تڑپتے ہیں مچلتے ہیں بلکتے ہیں
اٹھا جاتا نہیں کیا خوب اپنی ناتوانی ہے

ہر اک دیوار و در پر مہر نے کی ہے جبیں سائی
نگارِ مسجدِ اقدس میں کب سونے کا پانی ہے

ترے منگتا کی خاموشی شفاعت خواہ ہے اسکی
زبانِ بے زبانی ترجمانِ خستہ جانی ہے

کھلے کیا رازِ محبوب و محب مستانِ غفلت پر
شرابِ قَدْ رَاٰی الحق[4] زیبِ جامِ مَنْ رَآنی ہے

جہاں کی خاکروبی نے چمن آرا کیا تجھکو
صبا ہم نے بھی ان گیسوئوں کی کچھ دن خاک چھانی ہے

شہا کیا ذات تیری حق نما ہے فردِ امکاں میں
کہ تجھ سے کوئی اول ہے نہ تیرا کوئی ثانی ہے

کہاں اس کو شکِ جانِ جناں میں زر کی نقاشی
ارم کے طائرِ رنگِ پریدہ کی نشانی ہے

---

[1] موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا اِنِّی ذَاھِبٌ اِلٰی رَبِّی سَیَھْدِیْن یعنی میں اپنے رب کے پاس جاؤں گا۔ وہ مجھے راہ دکھائے گا۔ [2] حدیث میں ہے رب عزوجل نے ہمارے مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے شبِ معراج میں فرمایا اُدْنُ یا احمد اُدْنُ یا محمد اُدْنُ یا خیر البریۃ پاس آ اے احمد پاس آ اے محمد پاس آ اے تمام جہان سے بہتر [3] موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کوہِ طور پر دیدارِ الٰہی کی خواہش کی حکم ہوا۔ لَن تَرَانِی۔ تم ہرگز مجھے نہ دیکھو گے یعنی دنیا میں دیدارِ الٰہی کی تاب کسی کو نہیں۔ یہ نعمتِ اعلیٰ صرف سید الانبیاء کیلئے ہے صلی اللہ علیہ وسلم [4] ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مَنْ رَآنِی فَقَدْ رَاَی الْحَقَّ جسے میرا دیدار ہوا اسے دیدارِ حق ہوا۔

ذِیابٌ فِی ثِیابٍ[1] لب پہ کلمہ دل میں گستاخی
سلام اسلام ملحد کو کہ تسلیم زبانی ہے

یہ اکثر ساتھ انکے شانہ و مسواک کا رہنا
بتاتا ہے کہ دل ریشوں پہ زائد مہربانی ہے

اسی سرکار سے دنیا و دیں ملتے ہیں سائل کو
یہی دربارِ عالی کنزِ آمال و امانی ہے!

درودیں صورتِ ہالہ محیطِ ماہِ طیبہ میں
برستا امتِ عاصی پہ ابرِ رحمت کا پانی ہے

تعالیٰ اللہ استغنا ترے در کے گداؤں کا
کہ ان کو عار فرّ و شوکتِ صاحب قرانی ہے

وہ سرگرمِ شفاعت ہیں عرق افشاں ہے پیشانی
کرم کا عطرِ صندل کی زمیں رحمت کا پانی ہے

یہ سر ہو اور وہ خاکِ در وہ خاکِ در ہو اور یہ سر
رضاؔ وہ بھی اگر چاہیں تو اب دل میں یہ ٹھانی ہے

سنتے ہیں کہ محشر میں صرف انکی رسائی ہے
گر انکی رسائی ہے تو جب تو بن آئی ہے

مچلا ہے کہ رحمت نے امید بندھائی ہے
کیا بات تری مجرم کیا بات بنائی ہے

سب نے صفِ محشر میں للکار دیا ہم کو
اے بیکسوں کے آقا اب تیری دہائی ہے

یوں تو سب انہیں کا ہے پر دل کی اگر پوچھو
یہ ٹوٹے ہوئے دل ہی خاص انکی کمائی ہے

زائر گئے بھی کب کے دن ڈھلنے پہ ہے پیارے
اٹھ میرے اکیلے چل کیا دیر لگائی ہے

بازارِ عمل میں تو سودا نہ بنا اپنا!
سرکارِ کرم تجھ میں عیبی کی سمائی ہے

گرتے ہوؤں کو مژدہ سجدے میں گرے مولیٰ
رو رو کے شفاعت کی تمہید اٹھائی ہے

---

[1] حدیث میں فرمایا۔ آخر زمانے میں کچھ لوگ ہوں گے۔ ذِیابٌ فِی ثِیابٍ یعنی کپڑے پہنے بھیڑیے یعنی صورت انسانی صورت اور بھیڑیے کی سیرت۔ یہ دہابیوں کے مولوی ہیں ۱۲

ے دل یہ سلگنا کیا جلنا ہے تو جل بھی اٹھ — دم گھٹنے لگا ظالم کیا دھونی رمائی ہے

رم کو نہ شرماؤ احباب کفن ڈھک دو — منہ دیکھ کے کیا ہوگا پردے میں بھلائی ہے

آپ ہی سنبھالیں تو کام اپنے سنبھل جائیں — ہم نے تو کمائی سب کھیلوں میں گنوائی ہے

ے عشق ترے صدقے جلنے سے چھٹے سستے — جو آگ بجھا دیگی وہ آگ لگائی ہے

رص و ہوس بد سے دل تو بھی ستم کرلے — تو ہی نہیں بیگانہ دنیا ہی پرائی ہے

م دل جلے ہیں کسکے ہٹ فتنوں کے پرکالے — کیوں پھونکدوں اک اف سے کیا آگ لگائی ہے

یبہ نہ سہی افضل مکہ ہی بڑا زاہد — ہم عشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے

مطلع میں یہ شک کیا تھا واللہ رضا واللہ

صرف انکی رسائی ہے صرف انکی رسائی ہے

حسنِ جاں ذکرِ شفاعت کیجیے — نار سے بچنے کی صورت کیجیے

انکے نقشِ پا پہ غیرت کیجیے — آنکھ سے چھپ کر زیارت کیجیے

ان کے حسنِ با ملاحت پر نثار — شیرۂ جاں کی حلاوت کیجیے

ان کے در پہ جیسے ہو مٹ جائیے — ناتوانو کچھ تو ہمت کیجیے

پھیر دیجیے پنجۂ دیوِ لعیں — مصطفیٰ کے بل پہ طاقت کیجیے

ڈوب کر یادِ لبِ شاداب میں — آبِ کوثر کی سباحت کیجیے

یادِ قامت کرتے اٹھیے قبر سے — جانِ محشر پر قیامت کیجیے

ان کے در پر بیٹھے بن کر فقیر — بینوا و فکرِ ثروت کیجیے

جس کا حسن اللہ کو بھی بھا گیا — ایسے پیارے سے محبت کیجیے

حیٔ باقی جس کی کرتا ہے ثنا — مرتے دم تک اس کی مدحت کیجیے

عرش پر جس کی کمانیں چڑھ گئیں — صدقے اس بازو پہ قوت کیجیے

نیم واطیبہ کے پھولوں پر ہو آنکھ — بلبلو! پاسِ نزاکت کیجیے

سر سے گرتا ہے ابھی بارِ گناہ — خم ذرا فرقِ ارادت کیجیے

آنکھ تو اٹھتی نہیں دیں کیا جواب — ہم پہ بے پرسش ہی رحمت کیجیے

عذر بدتر از گناہ کا ذکر کیا — بے سبب ہم پر عنایت کیجیے

نعرہ کیجیے یا رسول اللہ کا! — مفلسو سامانِ دولت کیجیے

ہم تمہارے ہو کے کس کے پاس جائیں — صدقہ شہزادوں کا رحمت کیجیے

مَن رَّانی قَد رَاَی الحق جو کہے — کیا بیاں اس کی حقیقت کیجیے

عالمِ علمِ دو عالم ہیں حضور — آپ سے کیا عرضِ حاجت کیجیے

آپ سلطانِ جہاں ہم بے نوا — یاد ہم کو وقتِ نعمت کیجیے

تجھ سے کیا کیا اے مرے طیبہ کے چاند — ظلمتِ غم کی شکایت کیجیے

دربدر کب تک پھریں خستہ خراب — طیبہ میں مدفن عنایت کیجیے

ہر برس وہ قافلوں کی دھوم دھام — آہ سنیے اور غفلت کیجیے

پھر پلٹ کر منہ نہ اس جانب کیا — سچ ہے اور دعویٰ الفت کیجیے

اقربا حبِ وطن بے ہمتی — آہ کس کس کی شکایت کیجئے

اب تو آقا منہ دکھانے کا نہیں — کسطرح رفعِ ندامت کیجئے

اپنے ہاتھوں خود لٹا بیٹھے ہیں گھر — کس پہ دعوئ بضاعت کیجئے

کس سے کہیے کیا کیا کیا ہو گیا — خود ہی اپنے پر ملامت کیجئے

عرض کا بھی اب تو منہ پڑتا نہیں — کیا علاجِ دردِ فرقت کیجئے

اپنی اک میٹھی نظر کے شہد سے — چارۂ زہرِ مصیبت کیجئے

دے خدا ہمت کہ یہ جانِ حزیں — آپ پر واریں وہ صورت کیجئے

آپ ہم سے بڑھ کے ہم پر مہرباں — ہم کریں جرم آپ رحمت کیجئے

جو نہ بھولا ہم غریبوں کو رضاؔ
یاد اس کی اپنی عادت کیجئے

دشمنِ احمد پہ شدت کیجئے — ملحدوں کی کیا مروت کیجئے

ذکر ان کا چھیڑیئے ہر بات میں — چھیڑنا شیطاں کا عادت کیجئے

مثلِ فارس زلزلے ہوں نجد میں — ذکرِ آیاتِ ولادت کیجئے

غیظ میں جل جائیں بے دینوں کے دل — یا رسول اللہ کی کثرت کیجئے

کیجئے چرچا انہیں کا صبح و شام — جانِ کافر پر قیامت کیجئے

آپ درگاہِ خدا میں ہیں وجیہ — ہاں شفاعت باوجاہت کیجئے

حق تمہیں فرما چکا اپنا حبیب — اب شفاعت بالمحبت کیجئے

اِذن کب کا مل چکا اب تو حضور — ہم غریبوں کی شفاعت کیجئے

ملحدوں کا شک نکل جائے حضور — جانب مہ پھر اشارت کیجئے

شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب — اس برے مذہب پہ لعنت کیجئے

ظالمو محبوب کا حق تھا یہی — عشق کے بدلے عداوت کیجئے

والضحیٰ حجرات الم نشرح سے پھر — مومنو اتمام حجت کیجئے

بیٹھتے اٹھتے حضورِ پاک سے — التجا و استعانت کیجئے

یا رسول اللہ! دہائی آپ کی — گوشمالِ اہل بدعت کیجئے

غوثِ اعظم آپ سے فریاد ہے — زندہ پھر یہ پاک ملت کیجئے

یا خدا تجھ تک ہے سب کا منتہیٰ — اولیاء کو حکم نصرت کیجئے

میرے آقا حضرت اچھے میاں
ہو رضا اچھا وہ صورت کیجئے

۷۸۶

حاضری بارگاہِ بہیں جاہ

وصل اول رنگِ علمی

شکرِ خدا کہ آج گھڑی اس سفر کی ہے
جس پر نثار جان فلاح و ظفر کی ہے

گرمی ہے تپ ہے درد ہے کلفت سفر کی ہے
ناشکر یہ تو دیکھ عزیمت کدھر کی ہے

کس خاکِ پاک کی تو بنی خاکِ پا شفا
تجھ کو قسم جنابِ مسیحا کے سر کی ہے

آبِ حیات روح ہے زرقا[۱] کی بوند بوند
اکسیر اعظم مسِ دل خاک در کی ہے

ہم کو تو اپنے سائے میں آرام ہی سے لائے
حیلے بہانے والوں کو یہ راہ ڈر کی ہے

لٹتے ہیں مارے جاتے ہیں یوں ہی سنا کئے
ہر بار دی وہ امن کہ غیرت حضر کی ہے

وہ دیکھو جگمگاتی ہے شب اور قمر ابھی
پہروں نہیں کہ بست و چہارم سفر کی ہے

ماہِ مدینہ اپنی تجلی عطا کرے
یہ ڈھلتی چاندنی تو پہر دو پہر کی ہے

مَنْ زَارَ تُرْبَتِیْ وَجَبَتْ لَہٗ شَفَاعَتِیْ[۲]
ان پر درود جن سے نوید ان بشر[۳] کی ہے

---

۱ زرقا۔ مدینہ طیبہ کی نہر مبارک کا نام ہے ۱۲ ۲ حدیث میں فرمایا ہے مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَہٗ شَفَاعَتِیْ۔ یعنی جو میرے مزارِ پاک کی زیارت کرے اس کیلئے میری شفاعت واجب ہو جائے۔ ۱۲۔ ۳ جمع بشارت۔

اس کے طفیل حج بھی خدا نے کرا دیئے — اصلِ مراد حاضری اس پاک در کی ہے

کعبہ کا نام تک نہ لیا طیبہ ہی کہا — پوچھا تھا ہم سے جس نے کہ نہضت[1] کدھر کی ہے

کعبہ بھی ہے انہیں کی تجلی کا ایک ظل — روشن انہیں کے عکس سے پتلی[2] حجر کی ہے

ہوتے کہاں خلیل[3] و بنا کعبہ و منیٰ — لولاک والے صاحبی سب تیرے گھر کی ہے

مولیٰ علی نے واری تری نیند پر نماز[4] — اور وہ بھی عصر سب سے جو اعلیٰ خطر[5] کی ہے

صدیق بلکہ غار میں جان اس[6] پہ دے چکے — اور حفظِ جان تو جان فروضِ غرر[7] کی ہے

۱؎ نہضت کہیں جانے کے ارادے سے کھڑا ہونا ۱۲۔ ۲؎ یعنی سنگِ اسود کہ سیاہ رنگ کا پتھر کعبہ معظمہ میں نصب ہے اور آنکھ کی پتلی سے مشابہ ہے ۱۲ ۳؎ کعبہ معظمہ خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بنایا اور منیٰ مکہ معظمہ سے تین میل پر وہ بستی ہے جہاں قربانی ہوتی ہے اور تین جگہ پر شیطان کو سنگریزے مارے جاتے ہیں یہ دونوں باتیں بھی اس قلم میں سنتِ خلیل علیہ السلام ہیں ۱۲ ۴؎ خیبر سے واپسی میں منزل صہبا پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عصر پڑھ کر مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے زانو پر سرِ اقدس رکھ کر آرام فرمایا۔ مولیٰ علی نے نماز نہ پڑھی تھی آنکھ سے دیکھ رہے کہ وقت جاتا ہے مگر صرف اس خیال سے کہ زانو سرکاؤں تو شاید حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب مبارک میں خلل آئے جنبش نہ کی یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا ۱۲ ۵؎ خطر یعنی شرف نماز عصر صلوٰۃ وسطیٰ ہے کہ سب نمازوں سے افضل و اعلیٰ ہے ۱۲ ۶؎ (اس) کا اشارہ نیند کی طرف ہے یعنی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ غارِ ثور میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نیند پر اپنی جان قربان کر دی کہ غارِ ثور کے سوراخ اپنے کپڑے پھاڑ کر بند کر دیئے ایک سوراخ باقی رہا اس میں پاؤں کا انگوٹھا رکھ دیا۔ اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا حضور نے ان کے زانو پر سرِ اقدس رکھ کر آرام فرمایا اس غار میں ایک سانپ مشتاق زیارتِ اقدس رہتا تھا اپنا سر صدیق کے پاؤں پر ملا انہوں نے اس خیال سے کہ جان جائے محبوب کی نیند میں خلل نہ آئے پاؤں نہ ہٹایا آخر اس نے پاؤں میں کاٹ لیا۔

(باقی بر صفحہ آئندہ)

ہاں تو نے انکو جان انہیں پھیر دی نماز ۔ پردہ تو کر چکے تھے جو کرنی بشر کی ہے

ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں ۔ اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے

شر خیر شور سور شرر دور نار نور ۔ بشریٰ کہ بارگاہ یہ خیر البشر کی ہے

مجرم بلائے آئے ہیں جاؤک ہے گواہ ۔ پھر رد ہو کب یہ شان کریموں کے در کی ہے

بد ہیں مگر انہیں کے ہیں باغی نہیں ہیں ہم ۔ نجدی نہ آئے اسکو یہ منزل خطر کی ہے

تف نجدیت نہ کفر نہ اسلام سب پہ حرف ۔ کافر ادھر کی ہے نہ ادھر کی ہے

حاکم حکیم داد و دوا دیں یہ کچھ نہ دیں ۔ مردود یہ مراد کس آیت خبر کی ہے

ے چشم اقدس کھلی مولیٰ علی نے اپنی نماز کا حال عرض کیا حضور نے حکم دیا فوراً ڈوبا ہوا سورج پلٹ آیا عصر کا وقت ہوگیا مولیٰ علی نے نماز ادا کی آفتاب ڈوب گیا اور جب صدیق اکبر کے آنسو چہرۂ اقدس پر گرے چشم مبارک کھلی تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض حال کیا لعاب دہن اقدس لگایا۔ فوراً آرام ہوگیا اور بارہ برس بعد اسی سے شہادت پائی۔

لہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بندگی یعنی خدمت وغلامی بھی خدا ہی کا فرض ہے مگر یہ فرض سب فرائض سے اہم واعظم ہے جیسا کہ صدیق اکبر و مولیٰ علی نے عمل کرکے جتا دیا اور اللہ و رسول نے اسے مقبول بھی کر دکھا دیا یعنی یہاں حاضر آکر شر خیر سے بدل جاتا ہے اور غم والم کا شور سور یعنی خوشی وشادی ہو جاتا ہے اور غم و گناہ کے شرر دور ہو جاتے ہیں خلاصہ یہ کہ نار یہاں کی حاضری سے نور ہو جاتی ہے یبدل اللہ سیاٰتہم حسنات ۔ علا ولو انہم اذ ظلموا انفسہم جاؤک الآیۃ یعنی اگر وہ جب گناہ کریں اے نبی تیری بارگاہ میں حاضر ہو کر معافی چاہیں اور تو انکی شفاعت چاہے تو ضرور اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں

(بقیہ صفحہ گزشتہ) ہر جان وہ زہر موذی کہ جو آخر عمر سعادت پائی ۔ غرور بالضم جمع انظر یعنی دشمن تر یعنی جان کا رکھنا سب فرضوں سے زیادہ اہم ہے صدیق رضی اللہ عنہ نے خواب اقدس کے مقابل اسکا بھی خیال نہ کیا ۱۲۔

شکلِ بشر میں نورِ الٰہی اگر نہ ہو | کیا قدر اس خمیرۂ ماء و مدر کی ہے
نورِ الٰہ کیا ہے محبت حبیب کی | جس دل میں یہ نہ ہو وہ جگہ خوک و خر کی ہے
ذکرِ خدا جو ان سے جدا چاہو نجدیو | واللہ ذکرِ حق نہیں کنجی سقر[1] کی ہے
بے انکے واسطے کے خدا کچھ عطا کرے | حاشا غلط غلط یہ ہوس بے بصر کی ہے
مقصود یہ ہیں آدم و نوح و خلیل سے | تخم کرم میں ساری کرامت ثمر کی ہے

---

[1] ہنود کے جوگی اور یہود و نصاریٰ کے راہب بھی اپنے زعم میں یادِ خدا کرتے ہیں مگر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے الگ ہو گئے لہٰذا جہنمی ہوئے ۱۲ [2] ائمہ دین تصریح فرماتے ہیں کہ دنیا میں اور آخرت میں ظاہر اور باطن میں اور روح میں جو نعمت اور برکت جو خوبی روزِ ازل سے ابد الآباد تک جسے ملی اور ملتی ہے اور ملے گی اس سب میں واسطہ و قاسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں انما انا قاسم واللہ المعطی دینے والا خدا ہے اور بانٹنے والا میں ہوں اسکا مفصل شرح و بیان مصنف کے رسالہ سَلْطَنَۃُ الْمُصْطَفٰے فِیْ مَلَکُوْتِ کُلِّ الْوَرٰی میں ہے

(بقیہ صفحہ گزشتہ) اگر نیز الاماہر بان ہیں تو قرآن عظیم خود گنہگاروں کو اپنے حبیب کے دربار میں بلا رہا ہے اور کریموں کی یہ شان نہیں کہ اپنے در پر بلا کر رد کریں ۱۲ [5] غلام مستغیث کو دوا دیتے ہیں حکیم مریضوں کو دوا دیتے ہیں وہابی بھی ان باتوں کو مانتے ہیں مگر حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت اعتقاد رکھتے ہیں کہ حضور کچھ نہیں دیتے اگر غیر اللہ سے کچھ مانگنا شرک ہے تو حاکم یا حکیم سے داد یا دوا کا مانگنا کیوں نہ شرک ہوا اور اگر واسطۂ عطائے خدا جان کر ان سے مانگنا شرک نہیں تو نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مانگنا کیوں شرک ہوا ——— یہ ناپاک فرق کون سی آیت و حدیث میں ہے ۱۲۔

ان کی نبوت ان کی ابوت ہے سبکو عام[1] — ام البشر عروس انہیں کے پسر کی ہے

ظاہر میں میرے پھول حقیقت میں میرے نخل[2] — اس گل کی یاد میں یہ صدا ابو البشر کی ہے

پہلے ہو ان کی یاد کہ پائے جلا نماز — یہ کہتی ہے اذان جو پچھلے پہر کی ہے[3]

دنیا، مزار، حشر، جہاں ہیں غفور ہیں[4] — ہر منزل اپنے چاند کی منزل غفر کی ہے[5]

ان پر درود جن کو حجر تک کریں سلام — ان پر سلام جن کو تحیت شجر کی ہے

ان پر درود جن کو کس بیکساں کہیں — ان پر سلام جن کو خبر بے خبر کی ہے

جن و بشر سلام کو حاضر ہیں السلام — یہ بارگاہ مالک جن و بشر کی ہے

شمس قمر سلام کو حاضر ہیں السلام — خوبی انہیں کی جوت سے شمس قمر کی ہے

---

[1] علماء فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام عالم اسلام کے پدر معنوی ہیں کہ سب کچھ اسی کے نور سے پیدا ہوا اسی لئے حضور کا نام مبارک ابو الارواح ہے تو آدم علیہ السلام اگرچہ صورت میں حضور کے باپ ہیں مگر اصل میں وہ بھی حضور کے بیٹے ہیں تو ام البشر یعنی حضرت حوا حضور ہی کے پسر آدم کی عروس ہیں علیہم الصلوۃ والسلام۔

[2] آدم علیہ السلام جب حضور کو یاد کرتے ہیں تو یوں کہتے ہیں یا ابنی صورۃ و ابای معنی اے ظاہر میں میرے بیٹے اور حقیقت میں میرے باپ ۱۲ [3] دونوں حرم شریف میں تہجد کے وقت سے مؤذن مناروں پر جا کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوۃ وسلام با آواز بلند عرض کرتے رہتے ہیں تو نماز صبح سے پہلے حضور کی یاد ہوتی ہے جس سے نماز جلا و ضیا پاتی ہے جیسے فرض سے پہلے سنتیں ۱۲ [4] غفور بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پاک ہے جس کیطرف توریت میں اشارہ ہے ۱۲ [5] چاند کی ۲۸ منزلوں سے ۱۵ منزل کا نام منزل غفر ہے ۱۲۔

سب بحر و بر سلام کو حاضر ہیں السلام — تملیک انہیں کے نام تو ہر بحر و بر کی ہے

سنگ و شجر سلام کو حاضر ہیں السلام — کلمے سے تر زبان درخت و حجر کی ہے

عرض و اثر سلام کو حاضر ہیں السلام — ملجا یہ بارگاہِ دعا و اثر کی ہے

شوریدہ سر سلام کو حاضر ہیں السلام — راحت انہیں کے قدموں میں شوریدہ سر کی ہے

خستہ جگر سلام کو حاضر ہیں السلام — مرہم یہیں کی خاک تو خستہ جگر کی ہے

سب خشک و تر سلام کو حاضر ہیں السلام — یہ جلوہ گاہِ مالکِ ہر خشک و تر کی ہے

سب کرّ و فر سلام کو حاضر ہیں السلام — ٹوپی یہیں تو خاک پہ ہر کرّ و فر کی ہے

اہل نظر سلام کو حاضر ہیں السلام — یہ گرد ہی تو سرمہ سب اہل نظر کی ہے

آنسو بہا کہ بہ گئے کالے گناہ کے ڈھیر — ہاتھی ڈباؤ جھیل یہاں چشم تر کی ہے

تیری قضا[1] خلیفۂ احکام ذی الجلال — تیری رضا حلیف قضا و قدر کی ہے

یہ پیاری پیاری کیاری[2] ترے خانہ باغ کی — سرد اس کی آب و تاب سے آتش سقر کی ہے

جنت[3] میں آکے نار میں جاتا نہیں کوئی — شکرِ خدا نوید نجات و ظفر کی ہے

---

[1] قضا حکم خلیفہ نائب حلیف دوست جنھیں ہمیشہ دوستی رکھنے کا حلف ہوگیا ہو [2] قبر انور اور منبر اطہر کے بیچ میں جو زمین ہے اسکی نسبت ارشاد فرمایا روضۃ من ریاض الجنۃ جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہے [3] یہ اللہ و رسول کے کرم پر بھروسہ کرکے ایک مثل تمنا ہے یعنی صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ یہ مقام جنت کی کیاری ہے اور اللہ و رسول کے محض اپنے کرم سے ہم محتاجوں کو یہاں جگہ دی یہاں نماز پڑھنی نصیب کی تو بحمد اللہ تعالیٰ جنت میں داخل ہوئے اور جنت میں جاکر پھر کوئی نار میں نہیں جاتا تو امید ہے کہ ان شاء اللہ ہم نار کا منہ نہ دیکھیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

مومن ہوں مومنوں پہ رؤفٌ رّحیم ہو ۔۔۔ سائل ہوں سائلوں کو خوشی لا نَہَر[۱] کی ہے

دامن کا واسطہ مجھے اس دھوپ سے بچا ۔۔۔ مجھ کو تو شاق جاڑوں میں اس دوپہر کی ہے

ماں دونوں بھائی بیٹے بھتیجے عزیز دوست ۔۔۔ سب تجھ کو سونپے مِلک ہی سب تیرے گھر کی ہے

جن جن مرادوں کیلئے احباب نے کہا ۔۔۔ پیشِ خبیر کیا مجھے حاجت خبر کی ہے

فضلِ خدا سے غیب شہادت ہوا انہیں ۔۔۔ اس پر شہادت آیت و وحی[۲] و اثر کی ہے

کہنا نہ کہنے والے تھے جب سے[۳] تو اطلاع ۔۔۔ مولیٰ کو قول و قائل و ہر خشک و تر کی ہے

ان پر کتاب اتری بیاناً لکل شیءٍ[۴] ۔۔۔ تفصیل جس میں ما عبر و ما غبر کی ہے

آگے رہی عطا وہ بقدرِ طلب تو کیا ۔۔۔ عادت یہاں امید سے بھی بیشتر کی ہے

بے مانگے دینے والے کی نعمت میں غرق ہیں ۔۔۔ مانگے سے جو ملے کسے فہم اس قدر کی ہے

احباب اس سے بڑھ کے تو شاید نہ پائیں عرض ۔۔۔ ناکردہ عرض عرض یہ طرزِ دِگر کی ہے

دندان کا نعت خواں ہوں نہ پایا ہو گی آب ۔۔۔ ندی گلے گلے مرے آبِ گہر کی ہے

دشتِ حرم میں رہنے دے صیاد اگر تجھے ۔۔۔ مٹی عزیز بلبلِ بے بال و پر کی ہے

---

۱ پہلے مصرعہ میں آیہ بالمومنین رؤف رحیم کیطرف تلمیح تھی یہاں آیہ کریمہ و اما السائل فلا تنہر کی طرف اشارہ ہے یعنی سائل کو نہ جھڑک۔ لا نَہَر کے معنی کہ جھڑکنا نہیں ہے نہر کلمہ ثلاثی مطلق العین مثل فجر و نہر بحر و زہر میں تسکین و تحریک عین دونوں مطرد ہیں ۱۲ ۲ وحی سے مراد بدلیل مقابلہ وحی غیر متلو یعنی احادیث نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اثر اقوال صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ۱۲۔ ۳ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان اللہ قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیہا والی ما ھو کائن فیہا الی یوم القیامۃ کانما انظر الی کفی ھذہ یعنی بیشک میرے سامنے اللہ تعالیٰ نے دنیا اٹھالی تو میں تمام دنیا اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کو ایسا دیکھتا ہوں جیسا اپنی اس ہتھیلی کو ۱۲۔

۴ اشارہ بہ آیہ کریمہ نزلنا علیک الکتاب تبیاناً لکل شیءٍ۔ (باقی بر صفحہ آئندہ)

یارب رہے نہ احمدِ پارینہ[1] ہو کے جائے — یہ بارگاہ تیرے حبیبِ ابرّ[2] کی ہے

توفیق دے کہ آگے نہ پیدا ہو خوئے بد — تبدیل کر جو خصلت بد پیشتر کی ہے

آ کچھ سنا دے عشق کے بولوں میں اے رضاؔ

مشتاق طبع لذتِ سوزِ جگر کی ہے

حاضری درگاہ ابدی پناہ وصلِ دوم رنگِ عشقی

۲۴ ھ ۱۳

بھینی سہانی صبح میں ٹھنڈک جگر کی ہے — کلیاں کھلیں دلوں کی ہوا یہ کدھر کی ہے

کھبتی ہوئی نظر میں ادا کس سحر کی ہے — چبھتی ہوئی جگر میں صدا کس گجر کی ہے

---

[1] پارینہ یعنی جیسا سال گزشتہ تھا ۔ اشارہ بمصرعہ من ہماں احمدِ پارینہ کہ بودم ہستم ۱۲ ۔

[2] ابرّ بفتحتین در دے مشددہ نکوتر اور سب سے زیادہ احسان کرنیوالا ۱۲ ۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) یعنی ہم نے تم پر اتارا قرآن ہر چیز کا روشن بیان ۱۲ [5] مَا عَبَرَ جو گزر گیا اور مَا غَبَرَ جو باقی رہا اشارہ بحدیث فیہ بناء من قبلکم ۔ خبر من بعدکم قرآن میں تم سے اگلوں اور تمہارے پچھلوں سب کے احوال کی خبر ہے ۱۲ ۔

ڈالیاں ہری ہری ہیں تو بالیں بھری بھری
کشتِ اَمل[١] پری ہے یہ بارش کدھر کی ہے

ہم جائیں اور قدم سے لپٹ کر حرم کہے
سونپا خدا کو یہ عظمت کس سفر کی ہے

ہم گردِ کعبہ پھرتے تھے کل تک اور آج وہ
ہم پر[٢] نثار ہے یہ ارادت کدھر کی ہے

کالک جبیں کی سجدۂ در سے چھڑاؤ گے
مجھ کو بھی لے چلو یہ تمنا حجر کی ہے

ڈوبا ہوا ہے شوق میں زمزم اور آنکھ سے
جھالے برس رہے ہیں یہ حسرت کدھر کی ہے

برسا کہ جانے والوں پہ گوہر کروں نثار
ابرِ کرم سے عرض یہ میزابِ[٣] زر کی ہے

آغوشِ شوق کھولے ہے جن کے لیے حطیم[٤]
وہ پھر کے دیکھتے نہیں یہ دُھن کدھر کی ہے

ہاں ہاں رہِ مدینہ ہے غافل ذرا تو جاگ
او پاؤں رکھنے والے یہ جا چشم و سر کی ہے

واروں قدم قدم پہ کہ ہر دم ہے جانِ نو
یہ راہِ جاں فزا مرے مولیٰ کے در کی ہے

گھڑیاں گنی ہیں برسوں کہ یہ سُب[٥] گھڑی پھری
مر مر کے پھر یہ سِل مرے سینے سے سرکی ہے

اللہ اکبر اپنے قدم اور یہ خاکِ پاک
حسرت ملائکہ کو جہاں وضعِ[٦] سر کی ہے

---

١ اَمل بالتحریک امید و آرزو پری یعنی خوبصورت و خوشنما ١٢۔ ٢ بارہا ثابت ہوا ہے کہ کعبہ معظمہ نے مقبولانِ بارگاہِ عزت گدایانِ سرکارِ دو عالم کے گرد طواف کیا ہے حدیث میں ہے مسلمانوں کی حرمت اللہ کے نزدیک کعبہ معظمہ کی حرمت سے زیادہ ہے ١٢۔ ٣ کعبہ معظمہ کی دیوار شمالی پر حطیم کی طرف ہے جو خالص سونے کا پرنالہ لگا ہے اسے میزابِ زر کہتے ہیں ١٢۔ ٤ زمانہ جاہلیت میں قریش نے بنائے کعبہ معظمہ کی تجدید کی تھی کمی خرچ کے باعث چند گز زمین شمال کی طرف چھوڑ کر دیواریں اٹھا دیں وہ زمین اصل میں کعبہ معظمہ ہی کی ہے اسکے گرد قوسی شکل پر کر کے ایک

(باقی بر صفحہ آئندہ)

کرسی سے اونچی کرسی اسی پاک در کی ہے — معراج کا سماں ہے کہاں پہنچے زائرو!

اللہ جانتا ہے کہ نیت کدھر کی ہے — عشاق[1] روضہ سجدہ میں سوئے حرم جھکے

---

[1] اس شعر کے دو معنی ہیں ایک ظاہری یعنی عاشقانِ روضہ کا اپنا جی تو یہی چاہتا تھا کہ روضۂ اطہر کیطرف سجدہ کا حکم ہو مگر شرع مطہر نے اس سے منع فرمایا اور کعبہ معظمہ قبلہ قرار پایا تو بہ تعمیل حکم کعبہ مکرمہ ہی کیطرف سجدہ میں جھکے مگر دل کی خواہش سے خدا کو خبر ہے تو اسوقت گویا انکی حالت ہے جو اہینے بیت المقدس کیطرف حکم سجود ہونے میں مسلمانوں کی حالت تھی کہ بہ تعمیل حکم بیت المقدس کیطرف سجدہ کرتے اور دل میں خواہش تھی کہ مکہ معظمہ قبلہ کر دیا جائے۔ قال اللہ تعالیٰ فلنولینک قبلۃ ترضھا اس تقدیر پر نیت بمعنی رغبت و خواہش ہے اور دوسرے معنی دقیق کہ عاشقان روضہ کا سجدہ اگرچہ صورتاً سوئے حرم ہے مگر نیت کا حال خدا جانتا ہے کہ وہ کسیوقت اسکے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا نہ ہوئے۔ وہ خوب جانتے ہیں کہ کعبہ بھی ہے انہیں کی تجلی کا ایک ظل کعبہ بھی انہیں کے نور سے بنا انہیں کے جلوہ نے کعبہ کو کعبہ بنا دیا تو حقیقت کعبہ وہ جلوۂ محمدیہ ہے جو اس میں تجلی فرما ہے وہی روح قبلہ اور اسی کیطرف حقیقتاً سجدہ ہے اتنا یاد رہے کہ حقیقت محمدیہ ہماری شریعت میں مسجود الیہا ہے اور اگلی شریعتوں میں سجدہ تعظیمی مسجود لہا تھی ملائکہ و یعقوب و ابنائے یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو سجدہ کیا آدم و یوسف علیہم الصلوٰۃ والسلام قبلہ تھے۔ ۱۲۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) بلند دیوار کھینچ دی گئی ہے اور دونوں طرف سے جانیکی راہ رکھی ہے اس ٹکڑے کو حطیم کہتے ہیں یہ بالکل آغوش کی شکل پر ہے ۱۲ ھ شب بضم سین و سکون جلانے موحدہ زبان ہندی میں بمعنی نیک و سعید سگھڑی ساعت نیک ۱۲ ۔ ۲ وضع رکھنا۔ ۱۲۔

یہ گھر یہ در ہے اسکا جو گھر در سے پاک ہے[ع] | مژدہ ہو بے گھرو کہ صلا اچھے گھر کی ہے
محبوبِ ربِّ عرش ہے اس سبز قبہ میں | پہلو میں جلوہ گاہ عتیق[۱] و عمر کی ہے
چھائے ملائکہ[۲] ہیں لگاتار ہے درود | بدلے ہیں پھیرے بدلی میں بارش دُرر کی ہے
سعدین[۳] کا قران ہے پہلوئے ماہ میں | جھرمٹ کئے ہیں تارے تجلی قمر کی ہے
ستر ہزار صبح ہیں ستر ہزار شام | یوں بندگیٔ زلف و رخ آٹھوں پہر کی ہے
جو ایک بار آئے دوبارہ نہ آئیں گے | رخصت ہی بارگاہ سے بس اسقدر کی ہے
تڑپا کریں بدل کے پھر آنا کہاں نصیب | بے حکم کب مجال پرندے کو پر کی ہے

ع یعنی روضۂ پرنور تجلی الٰہی کا گھر عطائے الٰہی کا دروازہ ہے کہ اللہ عزوجل کے ظل اول اتم و اکمل و خلیفۂ مطلق و قاسم ہر نعمت صلی اللہ علیہ وسلم اس میں تشریف فرما ہیں ۱۲ ۱؎ عتیق یعنی آزاد و کریم و حسین نام سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ۱۲ ۲؎ مزار پرانوار پر ستر ہزار فرشتے ہر وقت حاضر رہ کر صلوٰۃ و سلام عرض کرتے رہتے ہیں ستر ہزار صبح آتے ہیں عصر تک رہتے ہیں عصر کے وقت یہ بدل دیئے جاتے ہیں ستر ہزار دوسرے آتے ہیں وہ صبح تک رہتے ہیں یونہی قیامت تک بدلی ہوگی اور جو ایک بار آئے دوبارہ نہ آئیں گے کہ منظور ان سب ملائکہ کو یہاں کی حاضری سے مشرف فرمانا ہے اگر یہ تبدیلی نہ ہوتی تو کروڑوں محروم رہ جاتے بدلی یہاں یعنی تبدیلی ہے اور اس سے بطور ایہام معنی ابرو سحاب کیطرف اشارہ کیا ہے اور اس بدلی میں دُرَر یعنی موتیوں کی بارش بتائی جس سے مراد لگاتار درود شریف ہے ۱۲ ۳؎ سعدین دو سیارہ سعید زہرہ و مشتری و قران بکسر قاف انکا ایک درجہ و دقیقہ ملک میں جمع ہونا یہاں سعدین سے مراد صدیق و فاروق رضی اللہ عنہم ہیں اور ماہ و قمر رسول اللہ اور تارے وہی ستر ہزار ملائکہ کہ مزار انور پر چھائے ہوئے رہتے ہیں ۱۲۔

اے وائے بیکسیِ تمنا کہ اب امید — دن کو نہ شام کی ہے نہ شب کو سحر کی ہے ۱؎

یہ بدلیاں نہ ہوں تو کروڑوں کی آس جائے — اور بارگاہ مرحمتِ عام تر کی ہے

معصوموں کو ہے عمر میں صرف ایک بار بار — عاصی پڑے رہیں تو صلا عمر بھر کی ہے

زندہ رہیں تو حاضریِ بارگہ نصیب — مر جائیں تو حیاتِ ابد عیش گھر کی ہے

مفلس اور ایسے در سے پھرے بے غنی ہوئے — چاندی ہر اک طرح تو یہاں گدیہ گر کی ہے

جاناں پہ تکیہ خاک نہالی ہے دل نہال — ہاں بے نوا و خوب یہ صورت گزر کی ہے

ہیں چتر و تخت سایۂ دیوار و خاکِ در — شاہوں کو کب نصیب یہ دھج کرّ و فر کی ہے

اس پاک کو میں خاک بسر سر بخاک ہیں — سمجھے ہیں کچھ یہی جو حقیقت بسر کی ہے ۲؎

کیوں تاجدارو خواب میں دیکھی کبھی یہ شے — جو آج جھولیوں میں گدایانِ در کی ہے

جارو کشوں میں چہرے لکھے ہیں ملوک کے ۳؎ — وہ بھی کہاں نصیب فقط نام بھر کی ہے

۱؎ جو شام کو حاضر ہونے والے تھے انہیں دن بھر شام کی امید لگی تھی کہ شام ہو اور ہم حاضر ہوں جو صبح کو حاضر ہونے والے تھے انہیں شب بھر صبح کی آس بندھی ہوئی تھی کہ صبح ہو اور ہم حاضر ہوں جو ایک بار حاضر ہو چکے ہیں انہیں نہ دن کو ویسی شام کی امید ہے نہ شب کو ویسی صبح کی کہ دوبارہ آنا نہ ہوگا ۱۲۔ ۲؎ بسر یعنی گزر خوب بسر ہوتی ہے یعنی خوب گزرتی ہے ۱۲ ۳؎ جارو کش مخفف جاروب کش دونوں سرکاروں میں سلطانِ روم اعزاللہ نصرہ وغیرہ سلاطین اسلام کے چہرے جاروب کشوں میں لکھے ہیں سرکاروں سے اسکی تنخواہ پاتے ہیں۔ انکا نائب رہتا اور یہ خدمت بجا لاتا ہے ۱۲۔

طیبہ[۱] میں مر کے ٹھنڈے چلے جاؤ آنکھیں بند — سیدھی سڑک یہ شہرِ شفاعت نگر کی ہے

عاصی بھی ہیں چہیتے یہ طیبہ ہے زاہدو — مکہ نہیں کہ جانچ جہاں خیر و شر کی ہے

شانِ جمال طیبۂ جاناں ہے نفعِ محض — وسعتِ جلال مکہ میں سود و ضرر کی ہے

کعبہ ہے بیشک انجمن آرا دلہن مگر — ساری بہار دلہنوں میں دولہا کے گھر کی ہے

کعبہ دلہن ہے تربتِ اطہر نئی دلہن — یہ رشکِ آفتاب وہ غیرتِ قمر کی ہے

دونوں بنیں سجیلی انیلی بنی مگر — جو پی کے پاس ہے وہ سہاگن کنور[۲] کی ہے

سرسبز[۳] وصل یہ ہے سیہ پوش ہجر وہ — چمکی دوپٹوں سے ہے جو حالت جگر کی ہے

ما و شما[۴] تو کیا ہیں خلیلِ جلیل کو — کل دیکھنا کہ ان سے تمنا نظر کی ہے

اپنا شرف دعا سے ہے باقی رہا قبول — یہ جانیں ان کے ہاتھ میں کنجی اثر کی ہے

جو چاہے ان سے مانگ کہ دونوں جہاں کی خیر — زر ناخریدہ ایک کنیز ان کے گھر کی ہے

رومی غلام دن حبشی باندیاں شبیں — گنتی کنیز زادوں میں شام و سحر کی ہے

۱؎ حدیث میں فرمایا من استطاع منکم ان یموت بالمدینۃ فلیمت بہا فانی اشفع لمن یموت بہا تم میں جس سے ہو سکے کہ مدینہ میں مرے تو مدینہ ہی میں مرنا کہ جو اس میں مرے گا میں اس کی شفاعت کروں گا۔ ۱۲ ۲؎ کنور بزبان ہندی بمعنی امیر سردار خوب صورت حسین ۱۲ ۳؎ روضۂ اطہر پر غلاف سبز ہے اور کعبہ معظمہ پر سیاہ ۱۲ ۴؎ صحیح حدیث میں فرمایا کہ روزِ قیامت تمام خلائق میری طرف نیاز مند ہو گی یہاں تک کہ خلیل اللہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام

اتنا عجب[1] بلندی جنت پہ کس لئے — دیکھا نہیں کہ بھیک یہ کس اونچے گھر کی ہے

عرش بریں پہ کیوں نہ ہو فردوس کا دماغ — اتری ہوئی شبیہ ترے بام و در کی ہے

وہ خلد جس میں اترے گی ابرار کی برات — ادنیٰ نچھاور[2] اس مرے دولہا کے سر کی ہے

عنبر زمیں عبیر ہوا مشک تر غبار[3] — ادنیٰ سی یہ شناخت تری رہگذر کی ہے

سرکار ہم گنواروں میں طرزِ ادب کہاں — ہم کو تو بس تمیز یہی بھیک بھر کی ہے

مانگیں گے مانگے جائیں گے منہ مانگی پائیں گے — سرکار میں نہ لا[4] ہے نہ حاجت اگر کی ہے

اُف بے حیائیاں کہ یہ منہ اور ترے حضور — ہاں تو کریم ہے تری خو درگزر کی ہے

تجھ سے چھپاؤں منہ تو کروں کس کے سامنے — کیا اور بھی کسی سے توقع نظر کی ہے

جاؤں کہاں پکاروں کسے کس کا منہ تکوں — کیا پرسش اور جا بھی سگِ بے ہنر کی ہے

---

[1] جنت، ساتوں آسمانوں کے اوپر ہے جس کی چھت عرش معلیٰ ہے بعض گدایانِ بارگاہ اگر تعجب کریں کہ ہم جیسے پست ہمت گنواروں اور اتنی بلند عطا تو جواب بتایا ہے کہ یہ تمہارے استحقاق کیا کی بنا پر نہیں بلکہ دینے والے کی رحمت و عطا ہے دیکھتے نہیں کہ یہ بھیک کیسے اونچے گھر کی ہے تو اس کی اتنی بلندی کیا عجب ہے [2] ابرار کا مرتبہ مقربین سے بہت کم ہے یہاں تک کہ حسنات الابرار سیئات المقربین پھر مقربین میں بھی درجات بیشمار ہیں اور انہیں بھی جو اعلیٰ سے اعلیٰ جو جو درجے ملیں گے وہ بھی حضوری کا تصدق ہے اسی لئے اسے ادنیٰ نچھاور کہا ورنہ جنت میں کچھ ادنیٰ نہیں [3] یعنی جس راہ سے حضور گزر فرمائیں وہاں کی زمین عنبر ہو جاتی ہے ہوا عبیر بن جاتی ہے غبار مشک تر ہو جاتا ہے [4] سائل کو نہ دینے کی دو صورتیں ہوتی ہیں ایک یہ کہ صاف انکار کر دے یہ تو لا ہوا یعنی نہیں دوسری یہ کہ شرط پر ٹالے کہ اگر ہمارے پاس ہوا تو دیں گے یا اگر تم نے فلاں کام کیا تو دینگے۔ ان کی سرکار میں یہ دونوں نہیں۔ تو ضرور ہمیں امید ہے کہ جو ہم مانگیں گے پائینگے۔

یا رب عطا تو یہ ہے جو پہنچا ادھر اُدھر ‏— کیسی خرابی اس نگھرے در بدر کی ہے

آباد ایک در ہے ترا اور ترے سوا — جو بارگاہ دیکھئے غیرت کھنڈر کی ہے

لب وا ہیں آنکھیں بند ہیں پھیلی ہیں جھولیاں — کتنے مزے کی بھیک ترے پاک در کی ہے

گھیرا اندھیریوں نے دہائی ہے چاند کی — تنہا ہوں کالی رات ہے منزل خطر کی ہے

قسمت میں لاکھ پیچ ہوں سو بل ہزار کج — یہ ساری گتھی اک تری سیدھی نظر کی ہے

ایسی بندھی نصیب کھلے مشکلیں کھلیں — دونوں جہاں میں دھوم تمہاری کمر کی ہے

جنت نہ دیں نہ دیں تری رویت ہو خیر سے — اس گل کے آگے کس کو ہوس برگ و بر کی ہے

شربت نہ دیں نہ دیں تو کریں بات لطف سے — یہ شہد ہو تو پھر کسے پروا شکر کی ہے

میں خانہ زادِ کہنہ ہوں صورت لکھی ہوئی — بندوں کنیزوں میں مرے مادر پدر کی ہے

منگتا کا ہاتھ اٹھتے ہی داتا کی دین تھی — دوری قبول و عرض میں بس ہاتھ بھر کی ہے

سنکی وہ دیکھ بادِ شفاعت کہ دے ہوا!

یہ آبرو رضا ترے دامانِ تر کی ہے

۱؎ اولیاء کرام کی بارگاہیں بھی حضور ہی کی بارگاہیں ہیں حضور ہی کی کفش برداری سے اولیاء ہوئے اور واسطہ وسیلہ حق کے انبیاء بھی حضور ہی کی طفیل اور عطائے فیض میں حضور ہی کے نائب ہیں ۱۲ ۲؎ بظاہر ایک کرامتی صنعت ہے جنت سے گویا بے رغبتی ظاہر کی مگر اس شرط پر کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی رویت خیر سے ہو اور یقیناً معلوم ہے کہ جسے حضور کی رویت خیر سے ہوگی جنت اسکے قدموں سے لگی ہوئی ہے پھر محال ہے کہ اسے جنت نہ دیں علاوہ بریں عشاق ہرگز اپنے محبوب کے سوا گل و بلبل شہد و شیر کی طرف توجہ نہیں کرتے ۱۲ ۳؎ کیسے کے دامن کو خشک کرنے کیلئے ہوا دیتے ہیں یا دامن تر دامنی استعارہ ہے گنہ سے یعنی تیرے دامن تر کو ہوا دینے کیلئے وہ دیکھ شفاعت کی نسیم چلی والحمد للہ ۱۲

نظم معراج نذر گدا بحضور سلطان الانبیا علیہ افضل الصلوٰۃ والثناء در تہنیت شادی اسرا

وہ سرور کشور رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے
نئے نرالے طرب کے سامان عرب کے مہمان کیلئے تھے

بہار ہے شادیاں مبارک چمن کو آبادیاں مبارک
ملک فلک اپنی اپنی لے میں یہ گھر عنادل کا بولتے تھے

وہاں فلک پر یہاں زمیں میں رچی تھی شادی مچی تھی دھومیں
اُدھر سے انوار ہنستے آتے ادھر سے نفحات اٹھ رہے تھے

یہ چھوٹ پڑتی تھی انکے رخ کی کہ عرش تک چاندنی تھی چھٹکی
وہ رات کیا جگمگا رہی تھی جگہ جگہ نصب آئینے تھے

نئی دلہن کی پھبن میں کعبہ نکھر کے سنورا سنور کے نکھرا
حجر کے صدقے کمر کے اک تل میں رنگ لاکھوں بناؤ کے تھے

نظر میں دولہا کے پیارے جلوے حیا سے محراب سر جھکائے
سیاہ پردے کے منہ پر آنچل تجلیِ ذات بحت سے تھے

خوشی کے بادل امنڈ کے آئے دلوں کے طاؤس رنگ لائے
وہ نغمۂ نعت کا سماں تھا حرم کو خود وجد آرہے تھے

یہ جھوما میزابِ زر کا جھومر کہ آرہا کان پر ڈھلک کر
پھوہار برسی تو موتی جھڑ کر حطیم کی گود میں بھرے تھے

دلہن کی خوشبو سے مست کپڑے نسیم گستاخ آنچلوں سے
غلافِ مشکیں جو اڑ رہا تھا غزال نافے بسا رہے تھے!

پہاڑیوں کا وہ حسنِ تزئین وہ اونچی چوٹی وہ ناز و تمکین
صبا سے سبزہ میں لہریں آتیں دوپٹے دھانی چنے ہوئے تھے

نہا کے نہروں نے وہ چمکتا لباس آبِ رواں کا پہنا
کہ موجیں چھڑیاں تھیں دھار لچکا حبابِ تاباں کے تھل ٹکے تھے

پرانا پر داغ ملگجا تھا اٹھا دیا فرش چاندنی کا!
ہجومِ تارِ نگہ سے کوسوں قدم قدم فرش بادلے تھے

غبار بن کر نثار جائیں کہاں اب اس رہ گزر کو پائیں!
ہمارے دل حوریوں کی آنکھیں فرشتوں کے پر جہاں بچھے تھے

خدا ہی دے صبر جانِ پرغم دکھاؤں کیونکر تجھے وہ عالم
جب ان کو جھرمٹ میں لے کے قدسی جناں کا دولہا بنا رہے تھے

اتار کر انکے رُخ کا صدقہ یہ نور کا بٹ رہا تھا باڑا!
کہ چاند سورج مچل مچل کر جبیں کی خیرات مانگتے تھے

وہی ابتک چھلک رہا ہے وہی تو جوبن ٹپک رہا ہے
نہانے میں جو گرا تھا پانی کٹورے تاروں نے بھر لئے تھے

بچا جو تلووں کا ان کے دھوون بنا وہ جنت کا رنگ و روغن
جنہوں نے دولہا کی پائی اترن وہ پھول گلزارِ نور کے تھے

خبر یہ تحویل مہر کی تھی کہ رت سہانی گھڑی پھرے گی
وہاں کی پوشاک زیب تن کی یہاں کا جوڑا بڑھا چکے تھے

تجلی حق کا سہرا سر پر صلوٰۃ و تسلیم کی نچھاور!
دو رویہ قدسی پرے جما کر کھڑے سلامی کیواسطے تھے

جو ہم بھی واں ہوتے خاکِ گلشن لپٹ کے قدموں سے لیتے اترن
مگر کریں کیا نصیب میں تو یہ نامرادی کے دن لکھے تھے

ابھی نہ آئے تھے پشتِ زیں تک کہ سر ہوئی مغفرت کی شلک
صدا شفاعت نے دی مبارک گناہ مستانہ جھومتے تھے

عجب تھا رخش کا چمکنا غزالِ دم خوردہ سا بھڑکنا
شعاعیں بکے اڑا رہی تھیں تڑپتے آنکھوں پہ صاعقے تھے

ہجوم امید ہے گھٹاؤ مرادیں دے کر انہیں ہٹاؤ
ادب کی باگیں لئے بڑھاؤ ملائکہ میں یہ غلغلے تھے

اٹھی جو گردِ رہِ منور وہ نور برسا کہ راستے بھر
گھرے تھے بادل بھرے تھے جل تھل امنڈ کے جنگل ابل رہے تھے

ستم کیا کیسی مست کٹی تھی قمر وہ خاک ان کی رہ گزر کی
اٹھا نہ لایا کہ ملتے ملتے یہ داغ سب دیکھنا مٹے تھے

براق کے نقشِ سم کے صدقے وہ گل کھلائے کہ سارے رستے
مہکتے گلبن لہکتے گلشن ہرے بھرے لہلہا رہے تھے

نماز اقصیٰ میں تھا یہی سر عیاں ہوں معنی اوّل آخر
کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر جو سلطنت آگے کر گئے تھے

یہ ان کی آمد کا دبدبہ تھا نکھار ہر شے کا ہو رہا تھا!
نجوم و افلاک جام و مینا اجالتے تھے کھنگالتے تھے۔

نقاب الٹے وہ مہرِ انور جلالِ رخسار گرمیوں پر
فلک کو ہیبت سے تپ چڑھی تھی تپکتے انجم کے آبلے تھے

یہ جوششِ نور کا اثر تھا کہ آبِ گوہر کمر کمر تھا
صفائے رہ سے پھسل پھسل کر ستارے قدموں پہ لوٹتے تھے

بڑھا یہ لہرا کے بحرِ وحدت کہ دھل گیا نامِ ریگِ کثرت
فلک کے ٹیلوں کی کیا حقیقت یہ عرش و کرسی دو بلبلے تھے

وہ ظلِ رحمت وہ رخ کے جلوے کہ تارے چھپتے نہ کھلنے پاتے
سنہری زربفت اودی اطلس یہ تھان سب دھوپ چھاؤں کے تھے

چلا وہ سروِ چماں خراماں نہ رک سکا سدرہ سے بھی داماں
پلک جھپکتی رہی وہ کب کے سب این و آں سے گزر چکے تھے

جھلک سی اک قدسیوں پہ آئی ہوا بھی دامن کی پھر نہ پائی
سواری دولہا کی دور پہنچی برات میں ہوش ہی گئے تھے

تھکے تھے روح الامین کے بازو چھٹا وہ دامن کہاں وہ پہلو
رکاب چھوٹی امید ٹوٹی نگاہِ حسرت کے ولولے تھے

روش کی گرمی کو جس نے سوچا دماغ سے اک بھبوکا پھوٹا!
خرد کے جنگل میں پھول چمکا دہر دہر پیڑ جل رہے تھے

جلو میں جو مرغِ عقل اڑے تھے عجب برے حالوں گرتے پڑتے
وہ سدرہ ہی پر رہے تھے تھک کر چڑھا تھا دم تیور آ گئے تھے

قوی تھے مرغانِ وہم کے پر اڑے تو اڑنے کو اور دم بھر
اٹھائی سینے کی ایسی ٹھوکر کہ خونِ اندیشہ تھوکتے تھے

سنا یہ اتنے میں عرشِ حق نے کہ لے مبارک ہوں تاج والے
وہی قدم خیر سے پھر آئے جو پہلے تاجِ شرف ترے تھے

یہ سن کے بیخود پکار اٹھا نثار جاؤں کہاں ہیں آقا
پھر انکے تلووں کا پاؤں بوسہ یہ میری آنکھوں کے دن پھرے تھے

جھکا تھا مجرے کو عرشِ اعلیٰ گرے تھے سجدے میں بزمِ بالا
یہ آنکھیں قدموں سے مل رہا تھا وہ گرد قربان ہو رہے تھے

ضیائیں کچھ عرش پر یہ آئیں کہ ساری قندیلیں جھلملائیں

حضورِ خورشید کیا چمکتے چراغ منہ اپنا دیکھتے تھے

یہی سماں تھا کہ پیکِ رحمت خبر یہ لایا کہ چلئے حضرت

تمہاری خاطر کشادہ ہیں جو کلیم پر بند راستے تھے

بڑھ اے محمد قریں ہو احمد قریب آ سرورِ ممجد

نثار جاؤں یہ کیا ندا تھی یہ کیا سماں تھا یہ کیا مزے تھے

تبارک اللہ شان تیری تجھی کو زیبا ہے بے نیازی

کہیں تو وہ جوشِ لن ترانی کہیں تقاضے وصال کے تھے

خرد سے کہدو کہ سر جھکا لے گماں سے گزرے گزرنے والے

پڑے ہیں یاں خود جہت کو لالے کسے بتائے کدھر گئے تھے

سراغ این و متی کہاں تھا نشانِ کیف و الیٰ کہاں تھا

نہ کوئی راہی نہ کوئی ساتھی نہ سنگِ منزل نہ مرحلے تھے

ادھر سے پیہم تقاضے آنا ادھر تھا مشکل قدم بڑھانا

جلال و ہیبت کا سامنا تھا جمال و رحمت ابھارتے تھے

بڑھے تو لیکن جھجکتے ڈرتے حیا سے جھکتے ادب سے رکتے

جو قرب انہیں کی روش پہ رکھتے تو لاکھوں منزل کے فاصلے تھے

پر ان کا بڑھنا تو نام کو تھا حقیقۃً فعل تھا ادھر کا

تنزلوں میں ترقی افزا دنیٰ تدلیٰ کے سلسلے تھے

ہوا نہ آخر کہ ایک بجرا تموجِ بحرِ ھو میں ابھرا
دوئی کی گودی میں ان کو لیکر فنا کے لنگر اٹھا دیئے تھے

کسے ملے گھاٹ کا کنارا کدھر سے گذرا کہاں اتارا
بھرا جو مثلِ نظر طرارا وہ اپنی آنکھوں سے خود چھپے تھے

اٹھے جو قصرِ دوئی کے پردے کوئی خبر دے تو کیا خبر دے
وہاں تو جا ہی نہیں دوئی کی نہ کہہ کہ وہ بھی نہ تھے ارے تھے

وہ باغ کچھ ایسا رنگ لایا کہ غنچہ و گل کا فرق اٹھایا!
گرہ میں کلیوں کے باغ پھولے گلوں کے تکمے لگے ہوئے تھے

محیط و مرکز میں فرق مشکل رہے نہ فاصل خطوطِ واصل
کمانیں حیرت میں سر جھکائے عجب چکر میں دائرے تھے

حجاب اٹھتے ہیں لاکھوں پردے ہر ایک پردے میں لاکھوں جلوے
عجب گھڑی تھی کہ وصل و فرقت جنم کے بچھڑے گلے ملے تھے

زبانیں سوکھی دکھا کے موجیں تڑپ رہی تھیں کہ پانی پائیں
بھنور کو یہ ضعفِ تشنگی تھا کہ حلقے آنکھوں میں پڑ گئے تھے

وہی ہے اول وہی ہے آخر وہی ہے باطن وہی ہے ظاہر
اسی کے جلوے اسی سے ملنے اسی سے اسکی طرف گئے تھے

کمانِ امکاں کے جھوٹے نقطو تم اول آخر کے پھیر میں ہو
محیط کی چال سے تو پوچھو کدھر سے آئے کدھر گئے تھے

ادھر سے تھیں نذر شہ نمازیں ادھر سے انعام خسروی میں
سلام و رحمت کے ہار گندھ کر گلوئے پر نور میں پڑے تھے

زبان کو انتظار گفتن تو گوش کو حسرت شنیدن،
یہاں جو کہنا تھا کہہ لیا تھا جو بات سننی تھی سن چکے تھے

وہ برج بطحا کا ماہ پارہ بہشت کی سیر کو سدھارا،
چمک پہ تھا خلد کا ستارہ کہ قمرے قدم گئے تھے

سرور مقدم کی روشنی تھی کہ تابشوں سے مہ عرب کی
جناں کے گلشن تھے جھاڑ فرشی جو پھول سب کنول بنے تھے

طرب کی نازش کہ ہاں لچکئے ادب وہ بندش کہ ہل نہ سکئے
یہ جوش ضدین تھا کہ پودے کشاکش ارہ کے تلے تھے

خدا کی قدرت کہ چاند حق کے کروڑوں منزل میں جلوہ کر کے
ابھی نہ تاروں کی چھاؤں بدلی کہ نور کے تڑکے آلئے تھے

نبی رحمت شفیع امت رضا پہ للہ ہو عنایت،
اسے بھی ان خلعتوں سے حصہ جو خاص رحمت کے واں بٹے تھے

ثنائے سرکار ہے وظیفہ قبول سرکار ہے تمنا
نہ شاعری کی ہوس نہ پروا ردی تھی کیا کیسے قافئے تھے

رباعیات

آتے رہے انبیاء کما قیل لهم — والخاتم حقکم کہ خاتم ہوئے تم
یعنی جو ہوا دفترِ تنزیل تمام — آخر میں ہوئی مہر کہ اکملت لکم

شب لحیہ و شارب ہے رخ روشن دن — گیسو و شب قدر و برات مومن
مژگاں کی صفیں چار ہیں ابرو دو ہیں — والفجر کے پہلو میں لیالِ عشر

اللہ کی سر تا بقدم شان ہیں یہ — انسا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں — ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ

بوسہ گہہ اصحاب وہ مہر سامی — وہ شانہ چپ میں اسکی عنبر فامی
یہ طرفہ کہ ہے کعبہ جان و دل میں — سنگِ اسود نصیب رکن شامی

کعبہ سے اگر تربت شاہ فاضل ہے — کیوں بائیں طرف اس کیلئے منزل ہے
اس فکر میں جو دل کی طرف دھیان گیا — سمجھا کہ وہ جسم ہے یہ مرقد دل ہے

تم چاہو تو قسمت کی مصیبت ٹل جائے — کیونکر کہوں ساعت قیامت ٹل جائے
للہ اٹھا دو رخ روشن سے نقاب — مولی مری آئی ہوئی شامت ٹل جائے

یاں شبہ شبیہ کا گزرنا کیسا! — بے مثل کی تمثال سنورنا کیسا
ان کا متعلق ہے ترقی پہ مدام — تصویر کا پھر کہئے اترنا کیسا!

یہ شہ کی تواضع کا تقاضا ہی نہیں — تصویر کھنچے ان کو گوارا ہی نہیں
معنی ہیں یہ مانی کہ کرم کیا ملنے — کھینچنا تو یہاں کسی سے ٹھہرا ہی نہیں

حصہ اول تمام شد

گلزار عالم پریس بیرون بھاٹی گیٹ لاہور